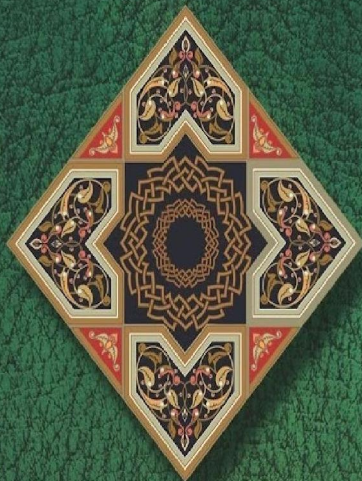
تین تاریخی بحثیں



ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی

برکات رضا فاؤنڈیشن
میرا روڈ، ممبئی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تین تاریخی بحثیں

ڈاکٹر غلام جابر شمسؔ مصباحی

ناشر:
برکات رضا فاؤنڈیشن، ممبئی

سلسلۂ اشاعت نمبر

نام کتاب	:	تین تاریخی بحثیں
تالیف	:	ڈاکٹر غلام جابر شمسؔ مصباحی پورنوی
تعارف کتاب	:	ازقلم مؤلف
کمپوزنگ	:	اعظمی گرافکس ممبئ۔۹(9820983557)
پروف ریڈنگ	:	محمد توفیق احسنؔ برکاتی مصباحی
تعداد صفحات	:	
سن طباعت	:	
قیمت	:	
ناشر	:	برکات رضا فاؤنڈیشن، ممبئ

ملنے کے پتے:

مشمولات

مباحثۂ دوم : موضوع: مسئلۂ اذانِ ثانی جمعہ

مابین : صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی
و حضرت مولانا معین الدین اجمیری

بتاریخ : ۱۵/محرم الحرام ۱۳۳۵ھ / دسمبر ۱۹۱۶ء

بمقام : دارالعلوم عثمانیہ معینیہ، اجمیر شریف، راجستھان

بقلم : تاج العلما مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی

بحوالہ : ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور ۴/دسمبر ۱۹۱۶ء
نمبر ۶، ج ۵۳، ص ۳ تا ۶

مباحثۂ سوم : موضوع: ندوۃ العلما

مابین : مجاہد جلیل مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی
و شاہ سلیمان پھلواروی

بتاریخ : ۱۱/ذی القعدہ ۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء

بمقام : خانقاہِ مجیبیہ، پھلواری شریف، پٹنہ، بہار

بقلم : مجاہد جلیل مولانا عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی

بحوالہ : ماہ نامہ ’’تحفۂ حنفیہ‘‘ عظیم آباد، پٹنہ،
شمارہ محرم الحرام ۱۳۱۷ھ، ص ۳۷ تا ۴۸

انتساب

اُن حق پرستوں کے نام

اُن حق پسندوں کے نام

اُن حق بینوں کے نام

اُن حق آشناؤں کے نام

اُن حق شناسوں کے نام

اُن حق شعاروں کے نام

اور ہاں! حق کی حمایت میں جان کی بازی لگانے والے

اُن جیالوں کے نام

اُن شہبازوں کے نام

اُن شاہینوں کے نام

اُن شہریاروں کے نام

اُن کج کلاہوں کے نام

جن کی بے لاگ جدوجہد سے آج دین حق کا چہرہ روشن ہے۔

غلام جابر شمسؔ مصباحی پورنوی

الاهداء

اویس عصر عارف کامل سید شاہ **معین الدین نزہتؔ** (والد ماجد)

شیخ اجل واکل حضرت مولانا سید شاہ **محمد گل قادری** (استاذ گرامی)

طاب المولیٰ ثراھما

کی جنابِ اقدس میں

جن کی پدرانہ شفقتوں اور مربیانہ تربیتوں نے برصغیر کے مسلمانوں کو صدر الافاضل جیسا سرمایۂ ملت کا نگہبان دیا۔

اُن کا سایہ اک تجلی، اُن کا نقشِ پا چراغ
وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

شمسؔ مصباحی پورنوی

تعارفِ کتاب

ضبط کن تاریخ را پائندہ شو

میری اِس کتاب میں تین نظریاتی بحثیں ہیں، جو بڑی علمی و تاریخی ہیں اور دل چسپ و چشم کشا بھی۔ یہ اُن کے لیے کار آمد ثابت ہوں گی، جو برصغیر کی اعتقادی و نظریاتی تاریخ سمجھنا چاہتے ہیں۔ یہ بحثیں، جو از قبیل نوادرات ہیں، مجھے اس وقت ملیں، جب مَیں اپنے مقالۂ ڈاکٹریٹ کے لیے قدیم جرائد و رسائل کی گرد جھاڑ رہا تھا۔ دورانِ مطالعہ میرا طریقہ یہ رہا کہ کام کی جس چیز پر نظر پڑی، مع حوالہ، بلاعنوان اشاریہ تیار کرتا گیا، یوں متعدد موضوعات پر ایک خاصا ذخیرہ جمع ہو گیا۔ بعد میں موضوع کے تحت ترتیب دے دیا گیا، تو کئی کتابیں تیار ہو گئیں۔ پیشِ نظر کتاب بھی اس سلسلے کی ایک قیمتی کڑی ہے۔

زمانہ سمجھتا ہے، علمائے حق کی یادیں مٹا دی گئیں، باتیں بھلا دی گئیں، مگر ایسا نہیں ہے۔ اُن کا کردار ابھی بالکل مٹا نہیں ہے۔ پرانی کتابوں، رسالوں اور تاریخ میں اُن کے کارنامے محفوظ ہیں، دھندلے ہی سہی، نشانات باقی ہیں۔ البتہ المیہ یہ ہے، نہ کوئی پارکھ ہے، نہ کوئی کھوجی۔ کسی کو کیا پڑی ہے، سر کون کھپائے، جان جوکھم میں کون ڈالے۔ یہاں تو عالم یہ ہے، اپنا اپنا خیمہ، اپنی اپنی ڈفلیاں، اپنا اپنا دائرہ، اپنی اپنی ٹولیاں...... نہ کہیں قومی درد ہے، نہ کسی کو جماعتی مسائل کا احساس، تنگ نظری، نام وری اور مفاد پرستی کا بازار گرم، آہ! کہیں کچھ اضطراب نہیں! صد آہ!! ہم کسی عیار دنیا کے گرداب میں پھنسے ہیں، یہی وہ تمام کچھ ہے، جس نے دین کے سچّے داعیوں، مخلص کارکنوں اور حقیقی ترجمانوں کو پس منظر کی طرف ڈھکیل کر رکھ دیا اور بے نشانوں کو پیش منظر لا کھڑا کیا۔ اُفق کا غبار کہتا ہے، وقت کم ہے اور کام بہت زیادہ، صلاحیت منداور

دولت مند، دونوں کو اخلاص کے ساتھ آگے آنے کی ضرورت ہے۔

قبل اس کے کہ آپ اصل مباحث پر نگاہ ڈالیں، مناسب معلوم ہوتا ہے، ہر بحث اور باحث (بحث کرنے والا) کا مختصر تعارف لکھ دوں، جگہ جگہ ہم نے حواشی بھی لکھے ہیں، میری کوشش رہی ہے کہ یہ حواشی ضرورت سے زیادہ طویل نہ ہوں، یہ تعارف، یہ حواشی مقصود تک پہنچنے میں ان شاءاللہ راہنما ثابت ہوں گے۔ یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ نئی نسل ان بحثوں کے مضمرات سے تقریباً نابلد ہے۔

بحث اوّل ۱۶ر محرم ۱۳۳۱ھ / ۲۶ر دسمبر ۱۹۱۲ء کی تاریخ تھی۔ صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی اپنے بعض احباب کے ساتھ لاہور جارہے تھے۔ راستے میں سہارن پور آیا، تو آپ وہاں اُتر گئے اور وہ مدرسہ مظاہرالعلوم پہنچے (۱) جہاں مولانا خلیل احمد انبیٹھوی حدیث وفقہ کے اعلیٰ استاذ تھے۔ صدرالافاضل نے بطور افہام وتفہیم مسئلۂ علم غیب پر گفتگو فرمائی۔ یہ گفتگو مولانا انبیٹھوی کی کتاب براہینِ قاطعہ کے متعلق تھی۔ صدرالافاضل کے خیال میں کتاب مذکور کے بعض مندرجات ایسے تھے جن سے نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صریح توہین لازم آتی ہے۔

مثلاً مولانا انبیٹھوی نے اپنی کتاب میں ایک عبارت یہ لکھی ہے: شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (براہینِ قاطعہ ص ۵۱) صدر الافاضل نے جواب طلب کیا، مولانا انبیٹھوی حوالہ نہ دکھا سکے۔ صدرالافاضل نے محقق علی الاطلاق شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی 'مدارج النبوۃ' کی ایک عبارت پڑھ کر بتائی ''ایں سخن یقینے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است'' اور کہا: محدث دہلوی تو یہ فرمائیں

---

(۱) نوٹ: صدرالافاضل کے قافلہ میں مفتی محمد عمر نعیمی، منشی شوکت علی رام پوری اور روزنامہ ''سیاست'' لاہور کے ایڈیٹر سید حبیب شریک تھے۔ (بحوالہ تذکرۂ علمائے اہلِ سُنّت، ص ۲۵۳، از مفتی محمود احمد قادری۔

(۲) ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور، ۳ر فروری ۱۹۱۳ء نمبر ۸، جلد ۴۹، ص ۵

اورآپ وہ لکھیں۔اس کڑی گرفت پر مولانا انبیٹھوی نے اپنی خیانت کا اقرار کیا۔(۲)
ایسے ہی مواقع پرامام احمد رضا نے لکھا ''ان لوگوں (مولانا خلیل وغیرہ) کا کذب بدیہی اوّل ہے'' (۱) مفتی محمد عمر نعیمی (۲) مرادآبادی صدرالافاضل کے ہمراہ تھے۔انہوں نے یہ مذاکرہ سُنا، قلم بند کیا اور ہفت روزہ ''دبدبۂ سکندری'' رام پور ۳/فروری ۱۹۱۳ء میں شائع کرایا۔مزید 'براہینِ قاطعہ' کا ذکر آگے آتا ہے۔

صدرالافاضل:

مولانا سید نعیم الدین ۲۱/صفر ۱۳۰۰ھ / یکم جنوری ۱۸۸۳ء کو مرادآباد میں پیدا ہوئے، تاریخی نام غلام مصطفیٰ تھا، آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا، اردو فارسی کی تعلیم اپنے والد حضرت مولانا سید معین الدین نزہت (۱۳۳۹ھ) سے پائی۔ متوسطات تک حضرت مولانا فضل احمد قادری سے پڑھی، تکمیلِ درس حضرت شیخ الکل سید شاہ محمد گل قادری سے کی۔ ۱۹/برس کی عمر میں نصابِ دینی پورا ہوا، ایک سال فتویٰ نویسی سیکھی، ۲۰/برس کی عمر میں سر پہ تاجِ فضیلت سجی۔ والد ماجد نے یہ قطعۂ تاریخ کہا:

ہے میرے پسر کو طلبا پر وہ تفضیل
سیاروں میں رکھتا ہے جو مریخ فضیلت

---

(۱) محمد محمود احمد، مولانا، مکتوباتِ امام احمد رضا، ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا، ممبئی، ۱۹۹۰ء، ص ۵۶
(۲) نوٹ: مفتی محمد عمر نعیمی جو تاج العلما کے لقب سے بھی مشہور ہیں، مرادآباد میں پیدا ہوئے، تمام درسیات صدرالافاضل سے پڑھی، فتویٰ نویسی سیکھی، چودہ سال کی عمر میں فراغت ہوئی۔ امام احمد رضا بریلوی نے آپ کے سر پر دستارِ فضیلت باندھی، مدرسہ اہلِ سُنّت مرادآباد سے تدریسی زندگی کا آغاز کیا، بعد میں جامعہ نعیمیہ کے صدر مدرّس ہوئے۔ تحریک شدھی و دیگر تحریکات میں بھرپور جدوجہد کی، ۱۹۱۸ء میں ماہ نامہ ''سوادِ اعظم'' جاری ہوا، تو اس کے مدیر ہوئے۔ تقسیم ہند کے بعد پاکستان چلے گئے، جامعہ مظہر سے آرام باغ کراچی میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ آپ نے مخزن بحرالعلوم بھی قائم کیا۔ ۶۹/برس کی عمر میں وفات پائی۔ مفتی جنت محمد عمر (۱۳۸۵ھ) تاریخ وصال ہے۔ (تذکرۂ علمائے اہلِ سُنّت، ص ۱۸۸ از مفتی محمود احمد قادری)

نزہتؔ نعیم الدین کو یہ کہہ کے سنا دے
دستارِ فضیلت کی ہے تاریخ فضیلت (۱۳۲۰ھ)

بعد فاتحۂ فراغت درس وافادہ کا کام شروع کیا۔ ۱۳۲۸ھ میں آپ نے خود ایک دینی درس گاہ قائم کی، جو مدرسۂ اہلِ سُنّت کے نام سے شہرت رکھتا تھا۔ ۱۳۵۲ھ میں یہ مدرسۂ اہلِ سُنّت ''جامعہ نعیمیہ'' میں تبدیل ہو گیا۔ صدرالافاضل کی تربیت اور نظم و نگرانی میں نامی گرامی علما پیدا ہوئے، جو مشہورِ آفاق ہوئے۔ بایں وجہ صدرالافاضل استاذ العلما کے لقب سے بھی پکارے گئے۔

قلمی خدمات

(۱) تفسیر خزائن العرفان علی ترجمۃ کنزالایمان
(۲) الکلمۃ العلیا لاعلاء علم المصطفیٰ (یہ کتاب ۲۰ رسال کی عمر میں لکھی)
(۳) اطیب البیان ردّ تقویۃ الایمان
(۴) اسواط العذاب علی قامع القباب
(۵) التحقیقات لدفع التلبیسات (ردالمہند علی المفند از خلیل احمد انبیٹھوی)
(۶) فرائد النور علی جرائد القبور
(۷) ارشاد الانام فی محفل المولد والقیام
(۸) آداب الاخیار
(۹) مسائل ایصالِ ثواب
(۱۰) سیرتِ صحابہ
(۱۱) احقاقِ حق
(۱۲) کتاب العقائد
(۱۳) زاد الحرمین

(۱۴) کشف الحجاب

(۱۵) القول السدید

(۱۶) سوانح کربلا

(۱۷) رسالہ قنوتِ نازلہ

(۱۸) ابتدائی

(۱۹) پراچین کال

(۲۰) گلبن غریب نواز

(۲۱) مجموعۂ فتاویٰ

(۲۲) ریاضِ نعیم

(۲۳) آداب الاخیار فی تعظیم الآثار

صحافت:

۱۹۱۲ء تا ۱۹۱۴ء آپ کے مضامین ''البلاغ'' اور ''الہلال'' میں مستقل چھپتے رہے۔ یہ دونوں جریدے مولانا ابوالکلام آزاد کی ادارت میں نکلا کرتے تھے۔ ''الہلال'' کے قلم کاروں میں شبلی نعمانی، حسرت موہانی، سید سلیمان ندوی شامل تھے۔ ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۸ء میں آپ نے خود ایک شہریہ جاری کیا، ''السواد الاعظم'' نام تھا، اس میں بلند پایہ مذہبی و سیاسی تحریریں چھپتی تھیں۔ خاکسار کی نظر سے کئی شمارے گزرے ہیں۔

تنظیمی وسیاسی سرگرمیاں:

۱۳۴۳ھ / ۱۹۲۴ء اور ۱۳۴۴ھ / ۱۹۲۵ء کے درمیان شدّھی تحریک چلی، تو اس کے دفاع میں صدر الافاضل نے رات و دن اور دشت وصحرا ایک کر دیا۔ جماعت

رضائے مصطفیٰ، بریلی کے پلیٹ فارم سے اس فتنے کا شدید مقابلہ کیا گیا۔ صدر الافاضل نے آگرہ کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنایا، یوں علمائے حق کی کاوشوں سے اس بلا کا خاتمہ ہوا۔ 1925ء میں گرکل کی تحریک شروع ہوئی، تو انہوں نے ''آل انڈیا سُنّی کانفرنس'' کی بنیاد رکھی، صدر دفتر مراد آباد کو قرار دیا گیا، اس کے وہ خود ناظم اعلیٰ تھے۔ پیر جماعت علی شاہ محدث علی پوری (۱۳۷۰ھ/۱۹۵۱ء) مستقل صدر تھے۔ یہ کانفرنس اور اس کی کارگزاریاں برصغیر کے سیاسی منظر نامے پر نہایت اثر انداز ثابت ہوئیں۔

آپ جید عالم دین تھے، دور اندیش مفکر و مدبر تھے۔ آپ کا انتقال ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء میں ہوا، جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں مدفن ہے۔

''ملا بہشت بریں میں انہیں مکاں'' ۱۳۶۷ھ مادۂ تاریخ وفات ہے۔

۱۳ھ ۶۷

مولانا خلیل احمد انبیٹھوی:

اواخر صفر ۱۲۶۹ھ / اوائل دسمبر ۱۸۵۲ء کو قصبہ نانوتہ ضلع سہارن پور، جہاں اُن کی ننہیال تھی، میں پیدا ہوئے۔ پانچ سال کی عمر میں اُن کے نانا مولانا مملوک علی نے بسم اللہ کی رسم ادا کرائی، مولانا محمد یعقوب سے کافیہ وغیرہ پڑھی، مولانا محمد مظہر سے درسیات کی تکمیل کی، مولانا فیض الحسن سہارن پوری سے ادب پڑھا۔ ۱۹/سال کی عمر میں تحصیلِ علوم سے فارغ ہوئے، بعد فراغت انہوں نے حصولِ علم کے لیے لاہور کا سفر کیا۔

فارغ ہوئے تو منگلور کے ایک دینی مدرسہ میں ۱۲۹۳ھ کو مدرس ہوئے، پھر بھوپال چلے گئے۔ وہاں کی فضا راس نہ آئی، تو ۱۲۹۴ھ کو سکندر آباد بلند شہر کے مدرسہ میں معلّم مقرر ہوئے۔ ۱۲۹۵ھ کو ریاست بہاول پور پاکستان گئے، وہاں ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء تک گیارہ سال رہے۔ بہاول پور کے بعد بریلی میں چند ماہ

گزارے، ۱۳۰۸ھ میں دارالعلوم دیو بند گئے، جہاں وہ ۱۳۱۴ھ تک درس و تدریس میں مشغول رہے۔۱۳۱۴ھ میں ان کے خلاف وہاں شدید اختلاف ہوا، چنانچہ وہاں سے مستعفی ہو کر مدرسہ مظاہر العلوم جو اُن کا مادرِ علمی بھی تھا، چلے آئے اور یہاں مسلسل ۳۱/سال رہے۔ یہ تمام تقرر و تبادلہ مولانا رشید احمد گنگوہی کے اشارے سے ہوتا تھا۔

تصانیف:

(۱) بذل الجہود شرح سنن ابوداؤد (یہ کتاب انہوں نے دس سال پانچ ماہ میں لکھی، ۷۰۔۸۰ کتابیں سامنے تپائی پر رکھی رہتی تھیں، تین چار طالب علم مددگار رہتے تھے)

(۲) مطرقۃ الکرامۃ (ردّ شیعیت)

(۳) غنیۃ المناسک (مسائلِ حج)

(۴) اتمام النعم

(۵) ہدایا الرشید

(۶) رسالہ تنشیط الاذان

(۷) براہینِ قاطعہ

(۸) المہند علی المفند (۱)

بیعت وخلافت:

مولانا سید احمد گنگوہی جو قطب گنگوہ کہلائے جاتے تھے، کی بیعت کی۔

(۱) مولانا خلیل احمد انبیٹھوی کی براہین قاطعہ یہ وہ کتاب ہے جس نے ہند سے عرب تک ساری علمی فضا کو اُن کے خلاف ناہموار کر دیا۔ اس ناہمواری کو دور کرنے کے لیے انہوں نے ''المہند علی المفند'' تحریر فرمائی، مگر مطلع صاف نہ ہو سکا۔ اس تعلق سے ایک اہم خط کتاب کے اخیر میں درج کیا گیا ہے جو ''المہند'' کے بلا کے حالات پر روشنی ڈالتا ہے، یہ خط شیخ الدلائل مولانا شاہ عبدالحق الہ آبادی مہاجر مکی کا ہے۔ (شمس مصباحی)

۱۲۹۷ھ میں انہوں نے اپنے شیخ سے خلافت بھی پائی۔ حاجی امداداللہ مہاجر مکی سے بھی خلافت حاصل تھی۔ ۱۵ر ربیع الآخر ۱۳۴۶ھ کو وفات پائی۔(۱)

براہینِ قاطعہ:

مولانا خلیل احمد نے یہ کتاب کیا لکھی، اُن کے لیے وبالِ جان بن گئی، اُن کے دین وایمان کے لیے مستقل آزار ثابت ہوگئی۔ ہوا یہ کہ محبوب الٰہ حاجی امداداللہ مہاجر مکّی کے ایک مرید خاص بزرگ عالم دین مولانا عبدالسمیع (۲) میرٹھی نے کتاب ''انوارِ ساطعہ''، لکھی، جس میں معتقدات ومعمولاتِ اہلِ سُنّت کو واضح طور پر بیان کیا گیا۔ اس کتاب سے علمائے دیوبند سیخ پا ہوگئے۔ جواب میں مولانا انبیٹھوی نے ''براہینِ قاطعہ'' تصنیف کرڈالی۔ مولانا رشید احمد گنگوہی نے اس کتاب کی تائید وتصدیق کی، مصنف ''براہینِ قاطعہ'' کی پیٹھ تھپتھپائی، جب کہ بعض کا خیال ہے، کتاب مولانا گنگوہی کی ہے، مولانا انبیٹھوی کے نام سے چھپی ہے۔

بہر کیف یہ کتاب اُن کی قیام بہاول پور کی ہے، جہاں وہ مدرسہ عربی کے مدرّس تھے۔ کتاب مذکور چھپ کر اطراف میں پھیلی، تو پنجاب وسندھ کے اصحابِ علم و فقہ بے چین ہوکر اُٹھے، ضیغم اہلِ سُنّت مولانا غلام دستگیر قصوری نے شدید نوٹس لیا، رفتہ

---

(۱) یہ احوالِ زندگی ''تذکرۃ الخلیل'' مولفہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، مطبوعہ مکتبہ خلیلیہ سہارن پور سے ماخوذ ہے۔

(۲) مولانا عبدالسمیع بیدلؔ میرٹھی رام پور منیہاراں ضلع سہارن پور میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم کے بعد علمائے دہلی مفتی صدرالدین وغیرہ سے اخذ علوم کیا، مرزا غالب سے اصلاح سخن لی، بیدلؔ تخلص فرمایا۔ فکر معاش میں میرٹھ پہنچے، رئیس شہر حافظ عبدالکریم کے یہاں قیام رہا اور درس وتدریس کا مشغلہ اپنایا۔ خداترس عالم دین اور صاحبِ احوال بزرگ تھے۔ نورِ ایمان، راحتِ قلوب، بہارِ جنت، مظہرِ حق، سلسبیل اور انوارِ ساطعہ آپ کی قلمی یادگار ہیں۔ محبوب الٰہ شاہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ اسّی۔ نوّے برس کے درمیان عمر پائی، میرٹھ میں انتقال ہوا۔ قبرستان شاہ ولایت میں آپ کا مرقد ہے۔ (بحوالہ تذکرۂ علمائے اہلِ سُنّت، از: مفتی محمود احمد قادری، ص ۱۶۷)

رفتہ یہ علمی بے چی گوئیاں نواب ریاست محمود عباسی تک پہنچ گئیں، کتاب مذکور کی جن عبارتوں پر علمائے اہلِ سُنّت کو اعتراض تھا، اُن میں سے چند یہ ہیں:

۱) مسئلہ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ

۲) مسئلہ امکانِ نظیر سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

۳) نبیِ کریم کا علم شیطان کے علم سے بھی کمتر ہے

۴) تمام بنی آدم بشر ہونے میں برابر ہیں

۵) میلاد و قیام اور ایصالِ ثواب بدعت ہے
(بحوالہ تقدیس الوکیل عن توہین الرشید والخلیل)

یہ عبارتیں نہ صرف جارحانہ ہیں، بلکہ اسلامی عقیدوں کے بالکل برعکس ہیں۔ ان عبارات و الفاظ سے کسی بھی صاحبِ ایمان کا مضطرب ہوجانا بجائے خود تقاضائے ایمان ہے۔ چنانچہ نواب بہاول پوری کے زیرِ اہتمام وضوح حق کے لیے مناظرہ ہونا قرار پایا۔ اس سے پہلے محبوب الٰہ شاہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی جو با اثر عالم و روحانی شخصیت کے مالک تھے، نے ''فیصلۂ ہفت مسئلہ'' تصنیف فرما کر اس اختلافی فضا کو ختم کرنا چاہا تھا، مگر مولانا گنگوہی اور مولانا خلیل نے اُن کی ایک نہ مانی۔

مناظرۂ بہاولپور:

اعتقادی دنیا میں یہ مناظرہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، اس کے قضایا رمضان ۱۳۰۶ھ میں مرتب ہوئے۔ مولانا انبیٹھوی جو رمضان کی رخصت پر تھے، نواب کی طلبی پر اپنی جماعت کے پانچ علما لے کر نواب کے حضور حاضر ہوئے۔ مولانا غلام دستگیر ہاشمی

قصوری (۱) مناظرِ اہلِ سُنّت منتخب ہوئے، شمس المشائخ خواجہ غلام فرید (۲) سجادہ نشین خانقاہ چاچڑاں شریف حَکَم نامزد ہوئے۔ ۳؍شوال ۱۳۰۶ھ کو مناظرہ ہوا، طویل مذاکرہ و مناظرہ کے اختتام پر مناظرہ کے حَکَم شمس المشائخ خواجہ غلام فرید نے یہ فیصلہ لکھا:

''مؤلف براہینِ قاطعہ مع اپنے معاونین کے وہابی ہیں اور اہلِ سُنّت سے خارج ہیں۔''

اور نواب ریاست نے مولانا خلیل مع معاونین کو ریاست چھوڑنے کا حکم فرمایا۔ بعض علمائے دیو بند نے اس فیصلے کو جانب دارانہ قرار دیا مگر دیگر اپنی راہِ انحراف پر ہی گامزن رہے۔

۱۳۰۷ھ کو مولانا قصوری عازم حج بیت اللہ ہوئے، راستے میں آپ نے رودادِ مناظرہ کو عربی میں منتقل کیا اور علمائے حجاز کے سامنے پیش کی۔ علمائے حرمین نے مولانا قصوری کی تائید و تصدیق کی۔ اُن کی کتاب ''تقدیس الوکیل'' جو دراصل رودادِ مناظرہ ہے، پر گراں قدر تقریظیں لکھیں، بعض علمائے حرمین کے اسما یہ ہیں:

---

(۱) ضیغم اہلِ سُنّت مولانا غلام دستگیر قصوری، محلّہ بی بیاں اندرون موچی دروازہ لاہور میں پیدا ہوئے، حضرت مولانا غلام محی الدین قصوری دائم الحضوری نے علم شریعت و طریقت اور سلوک کی تعلیم دی، تکمیل سلوک و مجاہدہ کے بعد خلافت بھی دی، علمائے پنجاب میں آپ ممتاز شان و صلاحیت کے مالک تھے، رد وہابیت میں پیش پیش رہے، تصانیف میں تحریف القرآن، مخزن عقائد نوری، رجم الشیاطین، تحفۂ دستگیریہ، عمدۃ البیان، ہدیۃ الشیعتین اور تقدیس الوکیل قابل ذکر ہیں، ۱۳۱۵ھ میں وفات ہوئی، قصور میں مدفن ہے، ایک دفعہ امام احمد رضا بریلوی کو پنجاب آنے کی دعوت دی گئی تو مولانا قصوری کے تعلق سے فرمایا: وہابیوں کے سرکوب مولانا غلام دستگیر قصوری کے ہوتے ہوئے مجھے آنے کی ضرورت نہیں۔ (بحوالہ تذکرۂ علمائے اہلِ سُنّت، لاہور، از علامہ اقبال احمد فاروقی)

(۲) شمس المشائخ خواجہ غلام فرید ۲۶؍ذیقعدہ ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء کو چاچڑاں شریف تحصیل خان پور میں تولد ہوئے، ۷؍ربیع الاوّل ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء میں وصال ہوا۔ عابد مرتاض، صاحب باطن اور پُر گو شاعر تھے، ان کے متعلق حکیم الامت ڈاکٹر اقبال کا یہ ریمارک تھا: جس قوم میں خواجہ غلام فرید اور اس کی شاعری موجود ہے اس وقت میں عشق و محبت کا نہ ہونا تعجب انگیز ہے۔ (بحوالہ التذکار السعید

۱) مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکّی (۱) بانیِ مدرسہ صولتیہ، مکّہ مکرمہ
۲) محبوب الٰہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی، مصنف ''فیصلۂ ہفت مسئلہ''
۳) مولانا شیخ محمد صالح کمال مکّی، مفتیِ حنفیہ مکّہ مکرمہ
۴) شیخ محمد سعید، مفتیِ شافعیہ شیخ العلما مکّہ مکرمہ
۵) شیخ محمد عابد دین محمد حسین، مفتیِ مالکیہ، مکّہ مکرمہ
۶) شیخ خلف بن ابراہیم، مفتیِ حنبلی مکّہ مکرمہ
۷) شیخ علمان بن عبدالسلام اغستانی، مفتیِ حنفیہ مدینہ منورہ

ذکر خواجہ غلام فرید، از مولانا فیض احمد اویسی، مکتبہ اویسیہ بہاولپور، ۱۳۷۱ھ، ص ۵۴)

---

(۱) حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی ۱۲۳۳ھ/۱۸۱۸ء میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم خاندانی بزرگوں سے لی، ۱۲/سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا، شیخ محمد حیات سے دہلی آ کر تکمیل علوم کی، ۱۸۳۵ء اور ۱۸۴۲ء میں وہ مہاراجہ ہندوراؤ دہلی میں منشی و میر منشی مقرر ہوئے، جہاں ان کے والد بھی ملازمت کیا کرتے تھے، پھر جلد ہی مولانا دہلی سے کیرانہ تشریف لے آئے اور ایک مسجد میں درس و افادہ کی مسند بچھائی، مولانا عبدالسمیع بیدلؔ رام پوری، شاہ ابوالخیر عبدالوہاب دیلوری، مولانا نور محمد امرتسری کے علاوہ کئی مشاہیر آپ کے تلامذہ میں ہیں۔ جرمن پادری سی جی فنڈر ہندوستان آیا، آگرہ کو اپنا مستقر بنایا، وہیں سے اپنی کتاب ''میزان الحق'' کا اردو ترجمہ شائع کرایا، کئی مسلم علما جواب دیتے رہے، مگر پادری فنڈر کی بدگوئی جاری ہی رہی، بالآخر مولانا کیرانوی نے ۱۰-۱۱/اپریل ۱۸۵۴ء کو آگرہ میں فنڈر سے مناظرہ کیا اور واضح فتح و برتری حاصل کی۔ جس کی پاداش میں آپ کو یہاں سے ہجرت کرنا پڑی، مکہ مکرمہ پہنچے، شیخ زینی دحلان سے ملے، کلکتہ کی ایک مخیّر خاتون صولت النسا بیگم کے مال تعاون سے وہاں آپ نے ''مدرسہ صولتیہ'' قائم کیا، اس کا افتتاح ۱۲/شعبان ۱۲۹۱ھ کو ہوا، خلق کثیر نے اس سے خوب فیض اٹھایا، شیخ زینی دحلان اور سلطان ترکی کی فرمائش سے آپ نے مناظرۂ آگرہ کی روداد ''اظہار الحق'' کے نام قلمبند کی، باب عالی ترکی نے آپ کو تمغہ ''تحفۂ مجیدیہ'' سے سرفراز کیا۔ ''اظہار الحق'' کو عالم گیر شہرت حاصل ہوئی، مختلف زبانوں میں اس کے متعدد ایڈیشن نکلے، قریب ڈیڑھ درجن علمی کتابیں آپ کی یادگار ہیں، آپ خالص اہلِ سُنّت کے بزرگ تھے، مگر آپ کی ہمہ گیر شہرت و شخصیت سے فائدہ ان لوگوں نے اٹھایا جو آپ کے ہم عقیدہ نہیں تھے۔ ۲۳/رمضان ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء میں آپ کو وصال ہوا، مکہ کے مشہور قبرستان ''جنت

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نے ''تقدیس الوکیل'' کے علاوہ حضرت مولانا عبدالسمیع میرٹھی کی ''انوارِ ساطعہ'' پر تقریظ لکھی ہے۔ دونوں تقریظوں میں مولانا کیرانوی نے علماے دیوبند کے ارشادات ہرگز نہ سنیں اور نہ اُن کی کتابیں پڑھیں۔ تقدیس الوکیل پر اُن کی تقریظ کا یہ جملہ بڑا ہی معنی خیز ہے ''مَیں مولوی رشید سمجھتا تھا، مگر میرے گمان کے خلاف وہ کچھ اور ہی نکلے۔'' (۱)

بحث دوم:

موضوع ہے، مسئلہ اذانِ ثانی جمعہ، ۱۵/محرم ۱۳۳۵ھ کی تاریخ تھی، صدر الافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی دارالخیر اجمیر حاضرِ آستانہ ہوئے۔ بعد فاتحہ و آستاں بوسی دارالعلوم عثمانیہ معینیہ (۲) پہنچے، دارالعلوم کے صدرالمدرسین حضرت مولانا معین الدین اجمیری سے موضوع مذکور پر گفتگو ہوئی۔ پانچ گھنٹے تک ہوئی یہ طویل علمی گفتگو ایک مباحثے کی شکل اختیار کرگئی۔ تاج العلما مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی جو بزمِ المعلی'' میں آرام فرما ہیں۔ (بحوالہ: سہ ماہی افکار رضا، ممبئی، شمارہ جنوری تا جون ۲۰۰۲ء تلخیصاً مضمون اس سید علیم اشرف جائسی شعبہ عربی مسلم یونی ورسٹی، علی گڑھ)

---

(۱) غلام دستگیر قصوری، مولانا، تقدیس الوکیل، نوری بک ڈپو، لاہور، ص ۴۱۵

(۲) قاطع نجدیت شیخ الاسلام مولانا انوار اللہ فاروقی حیدرآبادی اور تاجدار دکن میر عثمان علی نظام آصف سابع شوال ۱۳۳۳ھ میں اجمیر معلیٰ حاضر آئے، میر عثمان علی جو شیخ الاسلام کے شاگرد بھی تھے، کو شیخ الاسلام نے مشورہ دیا کہ درگاہ معلیٰ میں ایک دارالعلوم قائم کیا جائے، چنانچہ شیخ الاسلام ہی کی سرپرستی میں اندرونی درگاہ محفل خانہ میں دارالعلوم قائم ہوا، مدرسہ معینیہ، جس میں مولانا معین الدین اجمیری پڑھاتے تھے، وہ اور خدام درگاہ کا ''مکتب فخریہ'' جو وہاں پہلے سے جاری تھا یہ باہم مشورہ سے دونوں کو دارالعلوم میں ضم کر دیا گیا اور نیا نام ''دارالعلوم عثمانیہ'' تجویز ہوا۔ مولانا معین الدین اجمیری دارالعلوم کے اوّلین صدرالمدرسین مقرر ہوئے۔ صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور مولانا شاہ مشتاق احمد کان پوری کے دور صدارت یہ دارالعلوم عروج و شباب پر تھا۔ قابل ترین افراد پیدا ہوئے۔ (بحوالہ ماہنامہ اشرفیہ، مبارکپور، ستمبر ۲۰۰۰ء مضمون مولانا مبارک مصباحی)

بحث میں موجود تھے، نے من وعن اُسے لکھا اور ۴؍دسمبر ۱۹۱۶ء کو ہفت روزہ ’’دبدبۂ سکندری‘‘ رام پور میں شائع ہوا، یوں یہ ایک عینی شاہد کی تحریر ہے۔

صدرالافاضل کا اجمالی تعارف گزر چکا ہے۔ تو چوں کہ یہاں حضرت مولانا معین الدین اجمیری کا تعارف پیش کیا جانا چاہیے تھا، مگر افسوس کہ اُن کی زندگی کے احوال تک میری رسائی نہیں، محض اتنا معلوم ہوسکا، وہ مشہور عالمِ اہلِ سُنّت تھے اور امام احمد رضا کے سیاسی حریف۔ ۱۳۳۰ھ سے پہلے ہی سے ’’مدرسۂ معینیہ‘‘ اجمیر معلّٰی میں وہ اپنا علمی دربار سجائے ہوئے تھے۔ ۱۳۳۰ھ میں جب وہاں دارالعلوم عثمانیہ معینیہ جس کے قیام میں اُن کی کاوش وقربانی بھی شامل تھی، قائم ہوا تو وہ اس کے پہلے صدر المدرسین منتخب ہوئے۔ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں سخت اختلاف ہوا، تو وہ اس سے مستعفی ہوگئے، پھر ایک عرصے بعد ۱۳۵۰ھ میں دوبارہ اس منصب پر فائز ہوئے اور جلد ہی تاج دارِ دکن کے حکم سے دست بردار ہوگئے۔

جمعہ کی اذانِ ثانی کہاں ہو؟ خارجِ مسجد یا داخلِ مسجد۔ اس مسئلے میں علمائے محققین کا موقف خارجِ مسجد ہے۔ امام احمد رضا بریلوی نہ صرف اِس موقف کے قائل تھے بلکہ اس کے وہ سرگرم پرچارک بھی تھے۔ اس موضوع پر اُن کی کئی کتابیں ہیں، جو طاقت ور دلیلوں سے مالا مال ہیں۔ صدرالافاضل بھی اسی موقف کے حامی و داعی اور مصدّق تھے۔ امام احمد رضا سے کیا گیا اُن کا ایک استفتا بھی ملتا ہے(۱) اور اُن کی تصدیق کے الفاظ درج ذیل ہیں:

> ’’اذانِ خطبہ و نیز تمام اذانیں خارجِ مسجد ہوں، کتبِ فقہ میں تصریح ہے لا یوذن فی المسجد اور ابوداؤد کی روایت سے واضح ہے۔
> حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ اقدس میں اذانِ خطبہ خطیب کے

نوٹ: شیخ الاسلام کی شخصیت وعلوم وخدمات پر لکھی گئی ڈاکٹر عبدالمجید کی تھیسس دارالعلوم کے قیام کی اس

مقابل دروازۂ مسجد پر ہوتی تھی، یہی سُنّت ہے۔''(۱)

حضرت مولانا معین الدین اجمیری داخلِ مسجد کہتے، لکھتے تھے۔ اس مسئلے پر انہوں نے ایک رسالے میں تحریر فرمایا تھا، جو بنام ''**القول الاظہر فیما یتعلق بالاذان عند المنبر**''(۲) ۱۳۳۲ھ میں چھپا تھا۔

خیر اس بحث میں بھی صدر الافاضل کا حکیمانہ و مدلل اسلوبِ گفتگو غالب و کامیاب دکھائی دیتا ہے، تفصیل اصل بحث میں ملاحظہ کریں۔ اجمیر پاک میں ہوئی اس بحث پر یہاں چند تبصرے کی طرف اشارے کرنا چاہوں گا۔

فاضل شاہ پوری کا تبصرہ:

صدر الافاضل اور صدر المدرسین کے درمیان ہوئے اس مباحثے پر حضرت مولانا محمد علی اطہر تلمیذ خاص علامہ ہدایت اللہ رام پوری کا تبصرہ خاصی اہمیت کا حامل ہے، اس تبصرے کے چند جملے نقل کیے جاتے ہیں، تبصرہ نگار لکھتے ہیں:

> ''گرامی قدر صدر المدرسین کا باوجود اطناب کلام و مزید تعدّی بلاضرورت نام و بلانیل و مرام رہ جانا، کیوں؟ افسوس ناک مطالعہ نہیں، جبکہ فحوائے سوال دلالت کرتا ہے کہ اذانِ خطبہ اندر مسجد خلافِ محل و نا قابلِ عمل ہے، جس پر روایت ''لا یوذن فی المسجد'' دلیلِ اوّل ہے۔

تفصیلی روایت سے خاموش ہے، البتہ شاہی امداد پانے والے مدارس میں سرفہرست ہے۔(شمس مصباحی)

---

(۱) احمد رضا خان، امام، فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ، رضا فاؤنڈیشن، لاہور، ۱۹۹۵ء، ۶/۴۰۵

(۱) ہفت روزہ ''دبدبۂ سکندری'' رام پور، ۱۸/مئی ۱۹۱۴ء ص ۳

(۲) ۳۴/صفحے کا یہ رسالہ ایک استفتا کا جواب ہے، جس میں مستفتی کا نام مذکور نہیں ہے، ص ۲۵ پر صرف ایک تصدیق ہے، جو پیر محمد مخدوم حسینی قادری نے کی ہے، رسالہ کا اندازِ تحریر علمی نہیں ہے، بہر کیف حضرت مولانا اجمیری تمام اذان کو خارج مسجد ہی مانتے ہیں، انہیں صرف اختلاف خطبۂ جمعہ کی اذان ثانی میں ہے۔ آپ لکھتے ہیں: اذان ثانی یوم جمعہ فقہ حنفی کی رو سے امام کے سامنے داخل مسجد قریب منبر ہونا

وفحوائے جواب از قسم نعم ولا سے ساکت، پس تطویل لا طائل و مدعائے جواب غیر ثابت، اس خصوص میں کاش اگر جناب صدر المدرسین صاحب اپنے عدم ملاحظہ تصریح کا اقرار فرما ہوتے، تو بلا شک یہاں اقرارِ عدم العلم دلیل کمال العلم اپنا نورانی جلوہ نمایاں کرتا۔‘‘ (۱)

مولانا محی الدین اجمیری کی تردید:

مولانا محی الدین حضرت مولانا معین الدین اجمیری کے حقیقی بھائی تھے۔ اُس وقت وہ دارالعلوم میں زیرِ تعلیم تھے۔ انہوں نے ایک مضمون لکھا، جو اپنے بھائی و استاذ کی حماوت وصفائی میں تھا۔ اُن کا یہ مضمون ۲۳/اپریل ۱۹۱۷ء کو ’’دبدبۂ سکندری‘‘ رام پور میں اس بحث کے قریب پانچ دن بعد شائع ہوا، تو حضرت مولانا عبدالخالق صاحب نے اس پر تنقید فرمائی۔

مولانا عبدالخالق کی تنقید:

وہ رقم طراز ہیں:

’’درحقیقت یہ تحریر (مضمون مولانا محی الدین مطبوعہ ۲۳/اپریل) مولانا معین الدین صاحب کے عجز کی تصدیق اور اُن کی مجبوری کی دوسری دلیل ہے اُن کا تمام بحث کو چھوڑ کر ان فضولیات کو دلیل بنانا مولانا معین الدین صاحب کے عجز کی ایک دلیل بین ہے۔ مولوی محی الدین صاحب نے پانچ گھنٹے کے مباحثہ کو دو چار لفظوں میں محدود کر کے واقعات پر پردہ ڈالنا چاہا ہے، اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اپنے بھائی کی اعانت بھی ممکن نہ تھی۔‘‘ (۲)

چاہیے، جیسا کہ تمام دنیا میں اس پر عمل درآمد ہے، البتہ نماز پنجگانہ کے لیے اذان خارج مسجد ہونا چاہیے۔ (رسالہ مذکور ص ۱) ۱۳۳۳ھ میں ان کا یہ رسالہ چھپا تھا، اب ایک عرصہ بعد ۲۰۰۰ء میں مجلس

ایک آلِ رسول کی شہادت:

سید شاہ نور محمد خادم آستانۂ اجمیر پاک ۱۵ ر محرم کو مجلسِ مذاکرہ میں شریک تھے، یوں وہ ایک دوسرے عینی شاہد ہوئے۔ اس تعلق سے اُن کا بیان مبنی بر صداقت معلوم ہوتا ہے، جو یہاں بجنسہٖ نقل کیا جاتا ہے۔ سید والا نے لکھا ہے:

> ’’چند ماہ زیادہ ہوئے کہ جناب مولوی معین الدین صاحب مدرسہ اجمیر شریف اور مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب مدرس و مہتمم مدرسہ اہلِ سُنّت مراد آباد کے درمیان مدرسۂ معینیہ اجمیر شریف میں اذانِ ثانی جمعہ کے متعلق کئی گھنٹہ گفتگو رہی تھی۔ اوّل الذکر صاحب نہایت تشدد اور غضب ناک اور تعلّی آمیز فقرات سے آخر تک کام لیتے رہے، برخلاف اس کے مولانا مولوی حکیم نعیم الدین صاحب نہایت درجہ حلم و بردباری سے سوال و جواب کرتے رہے۔ مدرّس اوّل صاحب مدرسۂ معینیہ اجمیر شریف نے کوئی مسکت جواب تو درکنار، آخر وقت تک ایک بھی ایسا جواب نہ دیا جس سے اُن کا مدعا پوری طرح ثابت ہوتا، یا سائل کے سوال کا معقول جواب کہلایا جاسکتا۔ مدرس اوّل مدرسۂ معینیہ اجمیر شریف کے آخر تک غصہ ناک، لب ولہجہ سے ہر شریکِ جلسہ کو جو طلبِ حق کے لیے سراپا گوش بنا ہوا تھا، یہی ثابت ہوا کہ اوّل الذکر مولوی صاحب لاجواب ہو کر دفع الوقتی کی غرض سے اپنے تشدد و تفیض سے کام لے رہے ہیں۔ خاکسار راقم اس جلسۂ مناظرہ میں اوّل سے آخر تک شریک تھا، اس کی پوری تفصیلی کیفیت ایک صاحب (مفتی محمد عمر نعیمی) مناظرہ کے اشاعت العلوم چھپی ہیں (مرادآباد سے) بعدہ جو چھپا ہے مختار معلوم ہوا ہے جس میں شائع کرا چکے ہیں۔ (شمس کی مصباحی)

بعداس کے برخلاف مولوی محی الدین صاحب طالب علم مدرسۂ معینیہ جو مدرس اوّل صاحب کے حقیقی برادر ہیں ''دبدبۂ سکندری'' میں اپنی تحریر شائع کرا کے مولانا مولوی نعیم الدین صاحب کا ساکت ہونا تحریر کرتے ہیں۔ مگر بالکل خلاف واقعہ ہے۔ اتفاق وقت سے جلسۂ مناظرہ میں جناب مولانا مولوی احمد حسین رام پوری(۱) ممبر کمیٹی مدرسہ معینیہ بھی موجود تھے۔ گفتگو کی مفصل کیفیت ان سے بخوبی معلوم ہوسکتی ہے۔ اُن کی خدمت میں گزارش کی جائے کہ وہ ''دبدبۂ سکندری'' کے آئندہ کسی نمبر میں اس مناظرہ کی پوری کیفیت شائع کرا کے اہلِ سُنّت کو مطلع کریں گے''(۲)

(۱) ہفت روزہ ''دبدبۂ سکندری'' رام پور، ۱۲/مارچ ۱۹۱۷ء، نمبر ۲۰، جلد ۵۳، ص ۶
(۱) ہفت روزہ ''دبدبۂ سکندری'' رام پور، ۲۱/مئی ۱۹۱۷ء، ص ۷

---

(۱) مولانا احمد حسین رام پوری ایک دفعہ اجمیر میں تھے، یہ وہ زمانہ تھا کہ جنگ بلقان جاری تھی، مسجد صندل خانہ درگاہ معلیٰ کے امام قاری غلام نبی احمد دفع بلا کے لیے نماز فجر میں ''قنوت نازلہ'' پڑھی، مولانا معین الدین اجمیری نے عدم جواز کا فتویٰ دیا، مولانا رام پوری نے انہیں درمختار اور کبیری سے حوالہ دکھائے مگر وہ نہ مانے، مولانا رام پوری نے بذریعہ سوال امام احمد رضا سے وضاحت چاہی، امام احمد رضا نے حضرت نواب مرزا سے جواب لکھوایا، جو جواز پر ہے۔ یہ سوال وجواب ''دبدبۂ سکندری'' ۲۸/اپریل ۱۹۱۳ء میں دیکھا جا سکتا ہے۔ قنوت نازلہ کے جواز پر حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا کا رسالہ ہے ''اجتناب العمال عن فتاویٰ الجہال'' یہ دمن کے سوال کے جواب میں لکھا گیا، ۱۳۲۰ھ میں ''مطبع

بحث سوم:

موضوع ندوۃ العلما ہے، ۱۱؍ذی القعدہ ۱۳۱۶ھ کی تاریخ تھی، شاہ بدرالدین پھلواروی (۱) کے فرزند شاہ محی الدین (۲) کی شادی تھی۔ مجاہد جلیل مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی، میر نورالحسنین (۳) میر محمد کلیم (۴) اور میر امیر جان رؤسائے پٹنہ تقریب شادی میں شرکت کے لیے پھلواری حاضر ہوئے۔ قاضی صاحب ندوہ کے نظریات اور اُس کے طریقۂ کار سے جس شدّت سے بیزار تھے، شاہ سلیمان پھلواروی اسی شدت کے ساتھ ندوہ کے حامی اور رکن رکین تھے، اس تعلق سے دونوں میں شکر رنجیاں تھیں۔ میر نورالحسنین پٹنہ نے تحریک کی کہ دونوں باہم گفتگو کر کے اتفاق کر لیں، خانقاہِ پھلواری کے

تحفۂ حنفیہ'' عظیم آباد سے چھپا تھا۔ امام احمد رضا کی تصدیق کے ساتھ اب یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ مع تخریج و ترجمہ جلد ۷، طبع لاہور، ۱۹۹۴ء میں بھی شامل ہے، جس میں امہات کتب سے قریب ۹۵؍دلیلیں دی گئی ہیں (شمس مصباحی)

(۲) ''دبدبۂ سکندری'' رام پور، ۲؍جولائی ۱۹۱۷ء نمبر ۳۶، جلد ۵۳، ص ۸

---

(۱) خانقاہِ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ سے ۱۶؍کلومیٹر پچھم میں، مسلمانوں کے ایک گھنے علاقہ میں ہے، اس خانقاہ کو ۱۱۲۵ھ/۰۵-۱۷۰۴ء میں شاہ محمد مجیب اللہ قادری نے قائم کیا، ان کے اخلاف میں شاہ بدر الدین کو ۱۹۱۵ء میں شمس العلما کا خطاب ملا، تحریک موالات ۱۹۱۹ء کے ہنگامی وقت میں انہوں نے یہ خطاب حکومت برطانیہ کو واپس کر دیا، ۱۹۲۱ء میں ''امارت شرعیہ'' کی تشکیل ہوئی، تو آپ اس کے پہلے امیر بنائے گئے۔ (بحوالہ بہار کے مسلم خواص از علی اشرف تقی رحیم، مطبوعہ خدا بخش لائبریری، پٹنہ ۱۹۹۶ء، ص ۱۷-۲۷) شاہ بدرالدین پھلواروی ''ندوۃ العلما'' کے اصول و نظریات سے متنفر تھے۔ (بحوالہ روددجلسۂ اہلِ سُنّت پٹنہ ۱۳۱۸ھ مطبع تحفۂ حنفیہ، ص ۱۴۴) شاہ بدرالدین نے علمائے ندوہ کو صاف لکھا تھا: جب تک ندوہ اپنی اصلاح احوال اور مفاسد کو دور نہیں کرتا میری شرکت نہیں ہوگی، مکتوب شاہ بدرالدین بنام قاضی عبدالوحید (بحوالہ (الف) مرأۃ الندوۃ، مطبع محمدی، پٹنہ، ص ۲۸ (ب) فلک فتنہ از بہار و پٹنہ، مطبوعہ بریلی، ص ۱۲)

(۲) شاہ محی الدین پھلواروی نے جلسۂ اہلِ سُنّت پٹنہ ۱۳۱۸ھ میں شرکت کی اور اصلاح مفاسد ندوہ میں حصہ لیا (بحوالہ روداد جلسۂ اہلِ سُنّت پٹنہ، ۱۳۱۸ھ ص ۱۶۰)

(۳) سید نورالحسنین محلّہ میدان شاہ فصاحت پٹنہ کے رئیس تھے، ندوہ سے متعلق ان کا تصدیقی جملہ یہ

مدرس مولانا عبدالرحمٰن خانقاہی اور دیگر حاضرین و موجودین نے بھی فضا ہموار کی۔ بعد نمازِ مغرب خانقاہ کے سہ درہ میں گفتگو شروع ہوئی، سلسلۂ کلام میں تلخیاں بھی پیدا ہوئیں، نوبت مباہلہ و مناظرہ تک پہنچی۔ قاضی صاحب نے جرأتِ مردانہ دکھائی، مباہلہ کے لیے خود کو پیش کر دیا، مناظرہ کے لیے تیار ہوئے، لیکن شاہ سلیمان سخن سازی کرتے رہے اور اپنے دعوؤں سے کترا گئے۔ جب کہ مباہلہ و مناظرہ کی پیش کش خود شاہ سلیمان نے کی تھی۔ رؤسا و معززین اور مولانا عبدالرحمٰن خانقاہی کو شاہ سلیمان کی یہ روش پسند نہیں آئی اور افسوس کا اظہار کیا کہ بات صاف نہ ہوسکی۔ قاضی صاحب کے قلم سے یہ مکالمہ ضبطِ تحریر میں آیا اور ''تحفۂ حنفیہ'' شمارہ محرم ۱۳۱۷ھ میں شائع ہوا۔

مجاہد جلیل مولانا عبدالوحید فردوسی:

قاضی صاحب ۱۲۸۹ھ کو شہر عظیم آباد میں پیدا ہوئے۔ تاریخی نام ''منظور النبی'' تھا، عالم، فاضل، دین دار، متمول، رئیسِ شہر تھے۔ قاضی صاحب کا سلسلۂ نسب حضرت امام محمد معروف بہ تاج فقیہ سے ملتا ہے، جو عرب سے آ کر فاتح منیر شریف کہلائے۔ ان کی نسل میں علما، عرفا، صلحا اور بڑے بڑے جاں باز پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم کے بعد مولانا شاہ سید عبدالعزیز چشتی صابری انبیٹھوی سے درسیات پڑھیں۔ سید صابری صاحب شمس العلما مولانا عبدالحق خیر آبادی کے خاص شاگرد تھے۔ انگریزی میں ایف۔ اے کیا، امتیازی نمبروں سے کامیابی ملی۔ والد ماجد قاضی عبدالحمید اور خاندان کے دوسرے بزرگ انہیں انگلینڈ بھیجنا چاہتے تھے، جہاں وہ اعلیٰ انگریزی تعلیم حاصل کرتے۔ طبیعت غیور تھی، انگریزی تعلیم سے وہ بیزار ہو چکے تھے، سرپرستوں کا زور بڑھا تو آپ نے انکار کر دیا، مذہب کے حق میں مغربی تعلیم کو آپ سم قاتل سمجھتے تھے۔ قاضی صاحب عالمِ دین تھے، قلم کار تھے، بے لاگ لپیٹ لکھا کرتے تھے۔ اُن

ہے میں مستقل المذہب ہوں لہٰذا ندوہ کی شرکت نہیں کرسکتا۔ (بحوالہ مرأۃ الندوۃ از قاضی عبدالوحید، مطبع محمدی قلی پٹنہ)

کی تحریر میں کوئی اینچ پیچ نہیں۔ ٹھیک خصلت اور سلیم فطرت تھے، جرأت مند اور دولت مند تھے، اظہارِ حق بے رورعایت کردیتے تھے۔ دین کے دردمند اور بہی خواہ اہلِ سُنّت تھے، بلکہ محسنِ اہلِ سُنّت تھے۔ عمر تھوڑی پائی مگر اس تھوڑی مدتِ حیات میں بڑے بڑے معرکے سر کیے۔ اُن کی زندگی کے چار کام اہم گنے جاتے ہیں، مدرسۂ حنفیہ کا قیام، ماہ نامہ مخزنِ تحقیق جو تحفۂ حنفیہ سے معروف ہوا کا اجرا، مطبع حنفیہ کا قیام و اہتمام اور دین میں مداہنت کرنے والوں کے خلاف کھلا اعلانِ جنگ۔

مدرسۂ حنفیہ:

عظیم آباد میں ۱۳۱۷ھ کو قائم ہوا، اس کی افتتاحی تقریب میں ملک کے ممتاز علما شریک ہوئے، حسب ذیل اسما خصوصیت سے قابل ذکر ہیں:

۱) تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی (۱۲۵۳ھ-۱۳۱۹ھ)

۲) امام احمد رضا خان بریلوی (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ)

۳) مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی (۱۸۳۶ء-۱۹۱۶ء)

۴) مولانا حکیم عبدالقیوم بدایونی(۱) بخشی محلّہ (۱۲۸۲ھ-۱۳۱۸ھ)

مدرسہ کے پہلے مدرس شاہ محدث سورتی منتخب ہوئے۔ یہ انتخاب قاضی صاحب کی دعوت اور علما کی فرمائش سے عمل میں آیا۔ مدرسہ کے مصارف قاضی صاحب خود اپنی جیبِ خاص سے پورا کرتے تھے۔ جزوی تعاون دوسروں کا بھی تھا، مدرسہ کی زمین و مکان اُن کے والد ماجد قاضی عبدالحمید نے وقف کی تھی، زرِ کثیر سے امداد بھی کی تھی۔

(۴) سید محمد کلیم محلّہ باغ کالو خان پٹنہ کے رئیس تھے، انہوں نے لکھا ہے: میں قطعاً مخالف ندوہ ہوں، یہ جلسہ مبنی بر گمرہی ہے۔ (بحوالہ مکتوبات علما از سید عبدالکریم، مطبع اہلِ سُنّت و جماعت بریلی، ص ۹۵)

مدرسہ کے سالانہ اجلاس بڑے ہی اہتمام سے ہوا کرتے تھے۔

جو طلبا فارغ ہوتے، انہیں سندیں دی جاتیں، اُن کے امتحان کے لیے نامور اربابِ علم وفقہ مدعو ہوتے تھے۔ مدرسہ کی روداد ور پورٹ جو ''تحفۂ حنفیہ'' میں شائع ہوتی تھی، کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے، معیارِ تعلیم اور تربیت واخلاق کا نظام بلند وعمدہ تھا۔

مخزنِ تحقیق:

یہ ماہ نامہ تھا، ''مخزنِ تحقیق'' تاریخی نام ہے، ۱۳۱۵ھ میں جاری ہوا، ''تحفۂ حنفیہ'' سے شہرت ہوئی۔ مولانا قاضی ضیاء الدین پیلی بھیتی کو بلا کر مدیر مقرر کیا، انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا۔ مضامین علمی، تحقیقی، ادبی ہوتے، سب تحریریں بلند معیار کی ہوتی تھیں، سب اوقات اس میں علما کی تصنیفیں قسط وار چھپا کرتیں، بعد میں ساری قسطیں مجتمع کر کے مجلد کر لی جاتیں۔ امام احمد رضا کا نعتیہ دیوان سب سے پہلے اس میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ ان کے کثیر رسائل بھی شائع ہوئے۔ اس کے قلم کاروں میں امام احمد رضا بریلوی، شاہ وصی احمد محدث سورتی، شاہ سلامت اللہ رام پوری، مولانا شاہ ہدایت اللہ جون پوری، ملک العلما مولانا سید محمد ظفر الدین عظیم آبادی شامل تھے۔ یہ رسالہ خالص نظریاتی تھا، عقائد ونظریات کے تحفظ ہی میں اپنی توانائیاں صرف کیا، قاضی صاحب کی وفات ہوئی تو یہ ''تحفہ'' بھی قارئین کی نظروں سے بوجوہ غائب ہوگیا۔

اعلانِ حق:

ندوۃ العلما جن مقاصد کو لے کر سامنے آیا، وہ قاضی صاحب کے نزدیک اچھے تھے، بعد میں اس کے طریقۂ کار سے انہیں اختلاف تھا۔ اصحابِ ندوہ کا خیال تھا، بنام اسلام جتنے مکاتب فکر ہیں سب متحد ہو جائیں، خواہ اُن کے عقائد کچھ بھی ہوں۔ قاضی صاحب کی نظر میں ندوہ کی یہ پالیسی کول مول تھی، جس سے مذہب اہلِ سُنّت کا امتیاز

(۱) حکیم صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے، شوال ۱۲۸۲ھ میں تولد ہوا، تاج الفحول کے شاگرد تھے،

اُٹھ جاتا تھا۔ اولاً انہوں نے کوشش کی، ندوہ خالص اہلِ سُنّت کا پابند رہے، شیعہ، غیر مقلد اور دیگر بد مذہب اس سے نکال دیے جائیں۔ اپنی اس اصلاحی مہم میں وہ ناکام رہے۔ بہ لفظ دیگر نہ اربابِ ندوہ اپنی ڈگر سے پلٹنے کو تیار تھے، نہ ہی قاضی صاحب اپنے موقف سے پیچھے ہٹنا چاہتے تھے۔ نتیجے میں رنجشیں پیدا ہوئیں، اختلافات بڑھے اور جی جان سے ایک دوسرے کے مخالف ہو گئے۔ اس خصوص میں قاضی صاحب کے زیر اہتمام وہ اجلاس جو انہوں نے ۱۳۱۸ھ میں منعقد کیا، نہ صرف اُن کی حیات کا، بلکہ تاریخ اہلِ سُنّت کا ایک اہم باب ہے۔

قاضی صاحب سید شاہ امین احمد ثبات زیب سجادہ مخدوم بہار سے بیعت تھے اور مرشد کے محبوب و مرید خاص تھے۔ امام احمد رضا سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔ محض ۳۶ ر برس کی عمر تھی کہ ربیع الاوّل ۱۳۲۶ھ کو اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ امام احمد رضا نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ امام موصوف اور شاہ محدث سورتی نے قبر میں اُتارا۔ مادۂ تاریخ وفات ''مغفور'' ہے۔(۱)

شاہ محمد سلیمان پھلواروی:

شاہ صاحب کے والد شاہ محمد داوٗد فیض آباد میں شاہی طبیب تھے۔ جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد پھلواری میں مستقل سکونت اختیار کر لی، یہیں شاہ سلیمان ۱۱رمحرم ۱۲۷۶ھ / ۱۰راگست ۱۸۵۹ء کو تولد ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے ماموں شاہ محمد نعمت مجیب سے حاصل کی، کتب حدیث سید نذیر حسین دہلوی (۱۸۰۵ء-۱۹۰۵ء) سے پڑھیں اور بھی کئی سلسلوں سے حدیث کی سندیں آپ کو حاصل تھیں۔ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی (۱۸۳۹ء-۱۹۰۶ء) اور مولانا شاہ محمد سعید بن صبغۃ اللہ مدراس سے بھی سلسلات کی سندیں تفویض ہوئیں۔ ''آج فارغ ہوا'' سے تاریخ فراغت ۱۲۹۷ھ نکلتی شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی کے مرید وخلیفہ تھے، بدایوں کی جامع مسجد شمس میں ۱۱رصفر ۱۳۱۷ھ

ہے، جو آپ نے خود نکالی ہے۔

تعلیمی سرگرمیاں:

شاہ سلیمان کلکتہ یونی ورسٹی کی سینٹ کے رکن، مدرسۂ عالیہ کلکتہ کی مدرسہ کمیٹی و نصاب کمیٹی کے رکن تھے۔ ڈھاکہ یونی ورسٹی کے قیام میں جد و جہد میں نواب سلیم اللہ خان (۱۸۵۴ء-۱۹۱۵ء) کا ساتھ دیا۔ اس کی گورننگ باڈی اور نصاب کمیٹی کے ممبر رہے۔ اسلامیہ کالج لاہور، اسلامیہ کالج پیشاور، مسلم ہائی اسکول انبالہ، مسلم ہائی اسکول کان پور، یتیم خانہ اسلامیہ کلکتہ، مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ، مدرسہ امدادیہ دربھنگہ، مدرسہ حیدریہ حنفیہ آگرہ کے انتظامی امور میں دخیل رہے۔ ندوۃ العلما لکھنؤ کے خاص معتمد تھے، اس سے آپ کو خصوصی تعلق خاطر رہا۔

زورِ خطابت:

آپ بلند پایہ خطیب، شعلہ نوا مقرر تھے۔ یہ آپ کا نمایاں وصف تھا، طلاقت لسانی وسحر بیانی ضرب المثل تھی۔ بات بات پر کوئی شعر پڑھتے تو لوگ ہنس پڑتے۔ سوز و گداز اور ترنم سے مثنوی مولانا روم شروع کرتے تو سامعین رو دیتے، مجمع سنتا، سر دھنتا اور تڑپ اُٹھتا تھا۔ ان خوبیوں کے علاوہ آپ کی تقریر میں بذلہ سنجی بھی انتہا درجے کی تھی۔ ایک دفعہ اتفاق سے ندوۃ العلما کے اجلاس منعقدہ ۱۹۱۵ء میں سلیمان نام کے چار افراد بیٹھے تھے،

۱) سید شاہ سلیمان اشرف بہاری (۱۸۷۸ء-۱۹۳۹ء)

۲) قاضی محمد سلیمان منصور پوری (ف ۱۹۳۰ء)

۳) مولانا سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴ء-۱۹۵۳ء)

مدرسہ شمس العلوم قائم کیا، وہابیوں کا رد پوری شدت سے کرتے تھے، عظیم آباد کے تاریخی اجلاس ۱۹۱۸ء الخ ... خود شاہ سلیمان پھلواروی ... (شمس مصباحی ۱۸۵۹ء-۱۹۳۵ء)

شاہ سلیمان تقریر کے لیے اُٹھے تو کہا: بھئی! آج کل کئی سلیمان پیدا ہوگئے ہیں،

ع   پریاں نئی نئی ہیں سلیماں نئے نئے

مجمع ابھی مسکرایا ہی تھا کہ اُن کی آواز بلند ہوئی ''مگر سلیمان بن داوٗد میں ہی ہوں'' (آپ کے والد کا نام داوٗد تھا)، لوگ قہقہے میں ڈوب گئے، اجلاس گل زار ہوگیا۔

ملّی تحریکات میں شرکت:

ملّی وجود کے تحفظ کی ہر مہم کا ساتھ دیا۔ تحریکِ خلافت اور دیگر مذہبی و سیاسی تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ خلافت کے زمانے میں ترکوں کی پرزور حمایت کی۔ آل انڈیا علما کونسل قائم ہوئی، تو دل وجان سے تائید کی، اس کے رکن بھی رہے، ''جمعیت العلما'' بہار میں قائم ہوئی، اُس کے صدر چنے گئے۔ ''جمعیۃ العلما ہند'' کی تشکیل ہوئی تو اس کا تعاون کیا۔ رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر کی صدارت میں ''علما کانفرنس'' کان پور میں منعقد ہوئی اور ''جمعیۃ علما کان پور'' کا وجود ہوا تو اس میں شریک ہوئے۔ غرض ہر اُس نظریے وایشو میں شامل ہوئے، جو اُس دور میں وقوع پذیر ہوا۔

بیعت وخلافت:

سولہ سال کی عمر میں ۷/ربیع الآخر ۱۲۹۱ھ / ۲۴/مئی ۱۸۷۴ء کو شاہ علی حبیب نصرؔ پھلواروی سے سلسلۂ قادریہ میں بیعت ہوئے۔ اپنے حقیقی ماموں شاہ صبغۃ اللہ اور شاہ اشرف مجیب سے اجازت وخلافت حاصل کی۔ اپنی اہلیہ کے ماموں شاہ عبدالرحمٰن، رشتے میں نانا شاہ یحییٰ، شاہ وحید الحق سجادہ نشین آستانۂ عالیہ منعمیہ ابوالعلائیہ پھلواروی، مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی اور شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی سے بھی خلافت پائی۔ محبوب الٰہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکّی (۱۸۱۷ء-۱۸۹۹ء) اور نقیب الاشراف سید شاہ عبد الرحمٰن سجادہ نشین آستانۂ غوث پاک نے بھی اجازت دی۔

آپ نے قریب چالیس کتابیں تصنیف کی ہیں، اب سب نایاب ہیں۔ ناچیز کی نظر سے ایک بھی نہیں گزری۔ آپ کا وصال ۲۷ر صفر ۱۳۵۴ھ /۳۱ر مئی ۱۹۳۵ء کو ہوا۔ نمازِ جنازہ آپ کے صاحب زادے اور سجادہ نشیں شاہ حسین میاں (۱۸۸۴ء-۱۹۴۷ء) نے پڑھائی، خانقاہِ پھلواری میں آخری آرام گاہ بنی۔ ''خواجہ ہند رفت'' سے تاریخ وفات ''۱۳۵۴ھ'' نکلتی ہے۔(۱) شاہ سلیمان پھلواروی، شاہ اسماعیل دہلوی کے قطعی کفر کے قائل تھے۔(۲) مگر ندوۃ العلما کو برحق سمجھتے تھے۔

OOOOO

(۱) عامہ کتب تذکرۂ اہلِ سُنّت سے یہ احوال لیے گئے ہیں۔ (شمس مصباحی)

پہلی بحث

مسئلہ علم غیب جیسے حسّاس موضوع پر ایک دلچسپ مکالمہ

مابین : صدرالافاضل مولانا نعیم الدین مرادآبادی
و مولانا خلیل انبیٹھوی

بتاریخ : ۱۶؍محرم ۱۳۳۱ھ/۲۶؍دسمبر ۱۹۱۲ء

بمقام : مدرسہ مظاہر العلوم، سہارن پور، یوپی

بقلم : تاج العلما مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی

بحوالہ : ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور،
۳؍فروری ۱۹۱۳ء نمبر ۸، جلد ۴۹ ص ۴ تا ۶

صدرالافاضل کی جرأت، دردمندی، حق گوئی، قوتِ استدلال
اور
استحضارِ علم کا ایک روشن نمونہ

ایک عالمِ ربانی اور مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کا مکالمہ

ازقلم: تاج العلما مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی

۱۶؍محرم الحرام ۱۳۳۱ھ مطابق ۲۶؍دسمبر ۱۹۱۲ء روز پنج شنبہ ۱۰؍بجے دن کے مَیں اور میرے دفتر کے منشی اور جناب مولانا مولوی حکیم محمد یعقوب خان صاحب حنفی سُنّی بلاس پوری اور حضرت استاذی قبلہ جناب مولانا مولوی حکیم محمد نعیم الدین صاحب سُنّی حنفی مرادآبادی عم فیضہٗ کے ہمراہ بعزم شرکت جلسہ ''انجمن نعمانیہ'' لاہور، مرادآباد سے روانہ ہوئے۔ جب گاڑی سہارن پور پہنچی، تو حضرت قبلہ نے سہارن پور اُترنے کا اس نیت سے ارادہ فرمایا کہ مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھی مصنف ''براہینِ قاطعہ'' خلیفہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سے مل کر اُن کی کتاب ''براہینِ قاطعہ'' پر جو اعلیٰ حضرت امام اہلِ سُنّت مجدد مأۃ حاضرہ مؤید ملت طاہرہ حضرت مولانا مولوی مفتی حاجی قاری احمد رضا خاں صاحب حنفی سُنّی قادری برکاتی مدظلہم الاقدس کے مواخذات ہیں اُن کے جوابات دریافت کیے جائیں، تاکہ اُن کے معتقدین کے اس عذرِ باطل کا بھی راز کھل جائے کہ مولانا (یعنی خلیل احمد) نے ایسے کلمات ہی نہیں لکھے یا اُن کا یہ مطلب نہیں ہے، بلکہ یہ معنی اُن کی تحریر کے لوازمِ بعیدہ میں سے بھی نہیں ہیں اور کیا عجب ہے کہ مولوی خلیل احمد صاحب انصاف کا کچھ خیال دل میں لاکر تائب ہوں، تو اس صورت میں دینی نفع مقصود ہے۔

حضرت قبلہ کا یہ خیال ہوا کہ ہم سب اُن کی رائے سے اتفاق کیا اور اپنا اسٹیشن سہارن پور پر ... ''مظاہر العلوم'' میں پہنچے، نماز مغرب کے بعد

(۱) تحریک پاکستان اور مشائخ عظام از مولانا محمد صادق قصوری، مطبوعہ زاویہ، دربار مارکیٹ لاہور، طبع اوّل

مولوی خلیل احمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت قبلہ مدظلہ سے دریافت کیا: آپ کا اسم شریف کیا ہے؟

فرمایا: نعیم الدین۔

دریافت کیا: مکان کہاں ہے؟

فرمایا: مرادآباد۔

پوچھا: خاص مرادآباد؟

فرمایا: ہاں!

پوچھا: کیسے تشریف لانا ہوا؟

جواب دیا کہ اثنائے سفر میں اس خیال سے سہارن پور اُترا کہ جناب سے دریافت کروں کہ براہینِ قاطعہ کی عبارتوں پر جو اعلیٰ حضرت مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی کے مواخذات ہیں، آپ اُن کا کیا جواب دے سکتے ہیں؟

اس پر مولوی خلیل احمد نے دریافت کیا کہ کیا ''براہینِ قاطعہ'' آپ کے پاس ہے؟

فرمایا: نہیں، مَیں مکان سے یہ ارادہ کر کے نہیں چلا تھا۔

کہا: بہتر، مَیں منگاتا ہوں۔

مولوی خلیل احمد صاحب نے ایک لڑکے سے کہا کہ مولوی یحییٰ صاحب سے ''براہینِ قاطعہ'' لے آؤ۔ وہ براہینِ قاطعہ لے آیا۔ اس میں مولوی خلیل صاحب نے ایک موقع نکال کر کہا کہ کیا اسی کی نسبت آپ فرماتے تھے؟

فرمایا: نہیں، یہ وہ مقام نہیں ہے۔

پھر انہوں نے کتاب حضرت مولانا صاحب کو دے دی اور کہا: خود نکال لیجیے۔

مولوی صاحب قبلہ نے اس میں سے نکال کر دکھلایا کہ آپ نے یہ لکھا ہے کہ شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ (براہینِ قاطعہ، ص ۵۱)

کہا: ہاں! یہ مَیں نے بے شک لکھا ہے۔

(۴) ماہنامہ تحفۂ حنفیہ، پٹنہ، شمارہ محرم [illegible]

فرمایا: تو آپ اس نقل کی صحت کے ذمّے دار ہوئے۔
کہا: ہاں! ضرور ہوا۔
حضرت قبلہ نے یہ فرمایا: تو یہ روایت مجھے دکھلایئے، شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے کہاں لکھا ہے؟

یہ کلمہ سنتے ہی مولوی خلیل احمد صاحب کے ہوش اُڑ ہو گئے اور چہرہ فق پڑ گیا۔
گھبرا کر کہنے لگے کہ مجھے یاد نہیں رہا۔

فرمایا کہ عالم کی شان سے بعید ہے کہ کوئی عبارت کسی کی طرف منسوب کر دے اور دریافت کرو تو کہہ دے کہ صاحب! ہمیں تو یاد نہیں رہا، جناب! تو پھر آپ نے شیخ کی تصنیف کا حوالہ کیوں نہیں دیا کہ فلاں کتاب میں ہے۔
کہنے لگے: یہ غلطی ہوئی، آئندہ احتیاط رکھوں گا۔

اسی درمیان میں اُن کے نوجوان طلبہ و مدرسین بھی گرداگرد آ کر بیٹھ گئے۔ اس میں ایک صاحب، مولوی صاحب کے مقابل بیٹھے تھے اور اغلب یہ ہے کہ اُن کا نام مولوی یحییٰ صاحب تھا، وہ کچھ فرمانے لگے۔

اس پر ہمارے حضرت مدظلہ نے فرمایا کہ آپ کے نزدیک اگر مولوی خلیل احمد صاحب میرا جواب دینے کی قابلیت نہیں رکھتے ہیں اور آپ کی تعلیم کے محتاج ہیں تو پہلے آپ انہیں تعلیم دے لیں، جب وہ مجھے جواب دینے کے قابل ہو جائیں گے تو جواب دے لیں گے۔

وہ کہنے لگے کہ مَیں تو تعلیم نہیں دیتا، تعلیم تو آپ دیتے ہیں۔
حضرت قبلہ مدظلہ نے فرمایا کہ ہاں! مَیں تو ہدایت کرتا ہوں اور راہِ راست دکھلاتا ہوں۔
آپ خاموش رہیے، آپ سے میرا مخاطبہ نہیں ہے اور یہ ادب سے دُور ہے کہ آپ اپنے بڑوں کو اصلاح دینا چاہتے ہیں۔ کیا وہ آپ کے علم میں کچھ کم ہیں؟
یہ سُن کر وہ تو خاموش ہو گئے، پھر حضرت قبلہ نے مولوی خلیل احمد صاحب سے

فرمایا کہ ''مدارج النبوۃ'' منگوائیے، اس میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''ایں سخن یقینے ندارد و روایت بداں صحیح نشدہ است'' غضب ہے کہ شیخ عبدالحق صاحب محدث تو کہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور اس کی روایت صحیح نہیں ہے اور آپ لکھیں کہ شیخ نے روایت کی ہے۔

اس پر فرمایا کہ ''مدارج النبوۃ'' تو اس وقت نہیں مل سکتی۔

فرمایا: کیوں نہیں مل سکتی، آپ مدرسے میں بیٹھے ہیں، کتب خانہ کھلوائیے اور کتاب نکلوائیے۔

کہا: کیا ضرورت؟ مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ اس میں ایسا لکھا ہو تو کیا ہوا؟

حضرت قبلہ نے فرمایا کہ تم ہی بتلاؤ کہ اس کو کیا کہتے ہیں؟

اس پر کئی مرتبہ اصرار ہوا، آخر الامر حضرت قبلہ نے فرمایا کہ یہ خیانت ہوئی۔

تو کہا: ایسی خیانتیں ''ہدایہ'' (۱) میں بہت ہیں۔ تو میرا وہی رتبہ ہوا جو صاحبِ ہدایہ کا ہے۔

حضرت قبلہ نے فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ آپ کہاں اور صاحبِ ہدایہ کہاں؟ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔ صاحبِ ہدایہ پر تو یہ تہمت کہ انہوں نے بھی ایسی خیانتیں کی ہیں، یہ بالکل جھوٹ ہے، منگاؤ تو ہدایہ۔

کہا: اس وقت تو نہیں آ سکتی، مگر ہدایہ میں بہت روایات ہیں، جو ضعاف ہیں اور علما نے ان کو لا اصل لہ کہا ہے۔

حضرت قبلہ نے فرمایا: اوّل تو آپ کتاب نہیں دکھلاتے، زبانی دعویٰ اور بالفرض علما نے ضعیف کہا یا لا اصل لہ فرمایا تو بنا بر اپنی تحقیق کے، پھر یہ کہ منقول عنہ میں تھا کہ یہ روایت صحیح نہ ہوں اور انہوں نے کہہ دیا کہ فلاں شخص نے روایت کی ہے۔

مولوی خلیل احمد نے کہا: وہ بھی یہی بات ہے۔

حضرت نے فرمایا: سبحان اللہ! مولانا! آپ کیا کہہ رہے ہیں، آپ نے تو بالکل منقول عنہ کے خلاف اور صریح خلاف نقل کیا کہ شیخ (عبدالحق) جس بات کا شدّ و مد سے

انکار کر رہے ہیں، آپ اسی کو کہتے ہیں کہ شیخ نے اس کا اقرار کیا۔ ''ہدایہ'' کے کسی نقل میں یہ احتمال بھی نہیں ہوسکتا۔

اس پر مولوی خلیل احمد صاحب نے سکوت کیا، پھر وہی صاحب جو غالبًا مولوی یحیٰی صاحب تھے، یا کوئی اور ہوں، ہمارے حضرت قبلہ سے ایک بات عرض کرنے کی اجازت اور اس پر زیادہ اصرار کیا۔ حضرت قبلہ نے اجازت دے دی، تو فرماتے کیا ہیں کہ مولانا صاحب (یعنی مولوی خلیل احمد) کا منشا یہ ہے کہ شیخ عبدالحق بمنزلہ رسول اللہ کے ہیں۔ (معاذ اللہ)

یہ سنتے ہی حضرت مولوی خلیل احمد صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا، فرمایا کہ مولانا! آپ کا یہی مطلب تھا؟

اب مولوی خلیل احمد صاحب ہیں کہ زبان پر ایک حرف نہیں لاسکتے، چپ بیٹھے منہ تک رہے ہیں اور کچھ نہیں فرماتے۔ بے چارے کی عاجزی اور مجبوری قابلِ دید تھی۔
پھر حضرت قبلہ مدظلہ نے ان صاحب سے فرمایا: حضرت آپ نے یہ کہہ تو دیا، لکھ بھی تو دیجیے، فرمانے لگے: یہ باتیں تو ٹھیک نہیں ہیں۔

پھر مولوی خلیل احمد صاحب نے حضرت سے کہا کہ آپ ہماری تکفیر کریں گے؟

فرمایا: ابھی تک تو مَیں نے آپ کی خیانت نقل عبارت میں پکڑی ہے۔

کہا: پھر تو آپ اسی کلمہ کو کیوں لکھاتے ہیں؟

فرمایا: مَیں نے تو ابھی تک کوئی حکم اس پر نہیں کیا، لیکن آپ نے تجویز کرلیا ہے کہ وہ کلمہ اسی قابل ہے کہ اس پر تکفیر کی جائے۔

مولوی خلیل احمد صاحب نے کہا: معاف فرمایئے اور زیادہ گفتگو مَیں نہیں کرسکتا۔

حضرت قبلہ نے فرمایا: ابھی تو مجھے آپ سے بہت کچھ دریافت کرنا ہے، یہ چھوٹا سا مواخذہ تھا، جس میں یہ لطف آیا، آپ مجھے اجازت دیجیے تاکہ مَیں آپ سے اور کچھ دریافت کروں۔ یہ سُن کر مولوی خلیل احمد صاحب بہت گھبرائے، پہلو بدلے اور کہنے

لگے: حضرت مَیں آپ، معاف کیجیے مَیں آپ کی بات کا جواب نہیں دے سکتا۔

فرمایا: تو آپ پر وہی حکم کروں جو مولانا احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی نے کیا ہے اور مکّہ مکرمہ سے تصدیق ہو کر آ رہا ہے، تو اس میں آپ کو کوئی گنجائش عذر کی نہ ہوگی، بلکہ آپ اس سے راضی ہوں گے۔

کہا کہ آپ اس سے زیادہ حکم کیجیے، مَیں کوئی جواب نہیں دے سکتا۔

اب تو حجت تمام ہوگئی اور مولانا خلیل احمد صاحب کی قلعی کھل گئی، تو حضرت قبلہ مدظلہ العالی نے فرمایا کہ پھر اب مَیں رخصت ہوتا ہوں، آپ تو جواب دینے کی ہمت رکھتے نہیں۔ یہ فرما کر مولانا صاحب قبلہ کھڑے ہو گئے، اس وقت وہی صاحب (جو غالبًا مولوی یحییٰ تھے) خفت مٹانے کے لیے حضرت قبلہ سے یہ عرض کرنے لگے کہ جناب کو معلوم نہیں ہے، مولانا (خلیل احمد صاحب) کئی روز سے علیل ہیں اور طبیعت درست نہیں ہے۔

فرمایا: خیر معلوم شد۔

مسلمانو! دیکھا، یہ ہیں وہابیہ کے علماے مستند کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی (معاذ اللہ) توہین کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھتے، جب کچھ بن نہیں پڑتی تو اپنی بات بھاری کرنے کے لیے اکابر کی پشت کر دیتے ہیں اور جب مطالبہ ہوتا ہے تو بغلیں جھانکتے، منہ چھپاتے ہیں اور عجب عجب خرافات زبان پر لاتے ہیں، کہیں اپنے کو مثل صاحبِ ہدایہ کے بتاتے ہیں، کہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کو بمنزلۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کہتے ہیں اور لکھ دینے کو کہا جاتا ہے تو انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ حکمِ کفر لگانے کے لیے لکھوانا چاہتے ہیں۔ یعنی خود بھی جانتے ہیں کہ یہ الفاظ کفریہ ہیں۔

مگر چوں کہ ”لا یعودون“ کی مہریں اُن کے دلوں پر ثبت ہو چکی ہیں، اسی وجہ سے ان کو کوئی نصیحت کارگر نہیں ہوتی، اب مناظرہ کے غیر واقعی دعاویٰ کا بھی راز فاش ہو گیا کہ میاں زید و بکر صاحب دنیا بھر میں شور مچاتے ہیں کہ ہم مناظرہ کے لیے آمادہ ہیں، بس یہی آمادگی، مناظرہ کے میدان میں آنا تو کارے دارد۔ ان کے گھر جا کر گھیرو تو حواس کا یہ حال ہوتا ہے، جو آپ نے ملاحظہ کیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ہدایت فرمائے۔ آمین

محمد عمر عفی عنہ

مدرس مدرسہ اہلِ سُنّت و جماعت، مراد آباد

دوسری بحث

اذانِ ثانی جمعہ کے موضوع پر دو سُنّی عالموں کا علمی مذاکرہ

مابین : صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی
و حضرت مولانا معین الدین اجمیری
بتاریخ : ۱۵؍محرم ۱۳۳۵ھ/ دسمبر ۱۹۱۶ء
بمقام : دارالعلوم عثمانیہ معینیہ، اجمیر شریف، راجستھان
بقلم : تاج العلما مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی
بحوالہ : ہفت روزہ دبدبۂ سکندری، رام پور،
۴؍دسمبر ۱۹۱۶ء، نمبر ۶، جلد ۵۳، ص ۳ تا ۶

حق کی حمایت پر صدرالافاضل کا بے لاگ تبصرہ

مسئلہ اذانِ ثانی جمعہ پر ایک دلچسپ مکالمہ

ازقلم: تاج العلما مفتی محمد عمر نعیمی مرادآبادی

۱۵ر محرم الحرام ۱۳۳۵ھ کو حامیِ دین متین حاملِ علوم سید المرسلین حضرت مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب مرادآبادی دامت برکاتہم حاضر آستانہ فیضِ کاشانہ حضور سلطان الہند غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوئے۔ آستانہ بوسی کے بعد دارالعلوم معینیہ عثمانیہ کے معائنہ کے لیے تشریف لے گئے۔ صدرالمدرسین مدرسۂ معینیہ عثمانیہ جناب مولانا مولوی معین الدین صاحب استاذ العلما حضرت مولانا مولوی حافظ حکیم محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ العالی سے جو گفتگو مسئلۂ اذانِ جمعہ میں ہوئی، اس کو ذیل کی سطور میں ملاحظہ فرمایئے۔

صدرالمدرسین: آپ کا کیا نام ہے؟ کہاں دولت خانہ ہے؟

استاذ العلما: نعیم الدین نام ہے، مرادآباد غریب خانہ ہے، جناب سے ایک مسئلہ میں کچھ دریافت کرتا ہے، اگر زیادہ حرج نہ سمجھیے تو عرض کروں۔

صدرالمدرسین: اگر وہ مسئلہ زیادہ بحث طلب ہو تو بعد عصر ورنہ ابھی فرمایئے۔

استاذ العلما: مَیں مسافر ہوں اور آج ہی نو بجے شب کی گاڑی سے جانے والا ہوں، بہتر ہوگا کہ مجھے ابھی وقت دیا جائے۔

صدرالمدرسین: بہت مناسب، فرمایئے۔

استاذ العلما: اذانِ خطبہ کے داخلِ مسجد ہونے کی کوئی تصریح کتبِ فقہ میں جناب کی نظر سے گزری ہے؟

صدرالمدرسین: آپ تصریح دریافت فرماتے ہیں؟

استاذ العلما: جناب! جی ہاں!!

صدرالمدرسین: مَیں ایک تمہید عرض کرلوں، فقہا نے یہ التزام فرمایا ہے کہ ایک ایک جزئی کو کتابوں میں جا بجا مذکور فرمایا ہے اور اگر اس میں ذرا بھی کسی عبارت میں احتمال نکلتا ہے تو ''نبود'' کے اضافے فرمائے ہیں، تا کہ کوئی شخص دوسرے معنی کی طرف نہ جا سکے۔ اب جہاں کہیں کہ فقہا نے تصریح نہیں فرمائی ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوگا کہ وہ امر ایسا معلوم ومعروف ہے کہ اس میں حاجت گفتگو ہی نہیں۔

استاذ العلما: آپ کا دوسرا مقدمہ دوسرے مقدمہ سے مضمحل ہو گیا۔ پہلے مقدمے سے یہ نتیجہ نکال لینا بالکل غلط ہے کہ فقہا کے نزدیک عدم ذکر ذکر مؤکد ہے، بلکہ جب آپ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جہاں ذرا بھی احتمال ہوتا ہے، فقہا اس پر قیود کا اضافہ کرتے ہیں، یہ صاف بتاتا ہے کہ تمام کتابوں میں کسی مسئلے کو اس طرح ذکر کرنا کہ کہیں قید نہ ہو، آپ کے مقدمے کی بنا پر عدم احتمال کی دلیل کافی ہے۔

صدرالمدرسین: بہت سے مسائل ایسے ہوتے ہیں کہ فقہا عرف پر اکتفا فرماتے ہیں اور اس کی تصریحات چھوڑ دیتے ہیں۔ چنانچہ عورت کے لیے سینہ پر چھاتی کے نیچے ہاتھ باندھنا، ایسا معمول ہے کہ اب اس کی کہیں تصریح نہیں۔ مَیں مہینہ بھر کی مہلت دیتا ہوں، کتب خانہ موجود ہے، آپ نکال تو دیجیے، ہم ایسی بات نہیں کہہ دیا کرتے ہیں، ہم نے مدّتوں کتابیں چھانی ہیں۔

استاذ العلما: آپ کا علم وفضل زیر بحث نہیں، مسئلہ جو جناب نے فرمایا، میرے

خیالِ ناقص میں صحیح نہیں ہے، نہ کتبِ فقہ اس سے ساکت ہیں، لیکن قطع نظر اس سے مَیں آپ کے کلام سے اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ فقہا نے اذان کے داخلِ مسجد ہونے کی کہیں تصریح نہیں فرمائی، آیا آپ کے کلام کا یہی نتیجہ ہے یا کچھ اور؟

صدرالمدرسین: جی ہاں! یہی نتیجہ ہے اور عرف و رواج بتا رہا ہے کہ اذان مسجد کے اندر ہی ہے۔

استاذ العلما: اس اذان سے جناب کون سی اذان مراد لیتے ہیں؟

صدرالمدرسین: مطلق اذان جو پنج وقتہ اور اذانِ خطبہ کو شامل ہے۔

استاذ العلما: جب کہ کتبِ فقہ میں اذان کے داخلِ مسجد ہونے کی تصریح نہیں اور خارجِ مسجد ہونے کی تصریح موجود ہے۔ ”**لا یوذن فی المسجد**“ تو آپ کو کیا جائے گفتگو باقی ہے۔

صدرالمدرسین: تو اب آپ تصریح چاہتے ہیں تو آپ کو تصریح ہی بتا دوں۔ حدیث شریف میں وارد ہوا کہ حضرت بلال مسجد شریف کی چھت پر اذان کہتے تھے اور سقف مسجد، مسجد ہے۔

استاذ العلما: آپ نے اپنے رسالہ ”القول الاظہر“ میں لکھا ہے کہ سوائے مجتہد کے کسی کا حق نہیں ہے کہ حدیث سے کوئی حکم ثابت کرے، پھر آپ اس حدیث کے پیش کرنے کے کیوں کر مجاز ہوئے؟

صدرالمدرسین: مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی طرف سے اس فرعی مسئلہ میں بہت سختی کی گئی ہے، اس لیے یہ بطریق الزامی جواب کے لکھا گیا۔ میری کتاب میں الزامی اور تحقیقی دونوں قسم کے جواب ہیں۔

استاذ العلما: جب آپ الزام دیتے ہیں تو آپ کا الزام اگر آپ پر لوٹا دیا جائے، تو کیا بے جا ہے؟

اس پر ذرا مولوی معین الدین صاحب کے تیور بدلے، حضرت مولانا مولوی نعیم الدین صاحب مدظلہ نے فرمایا: مولانا! میرے مزاج میں طالب علمانہ شوخی ہے، پھر مولوی معین الدین صاحب نرم ہو گئے اور فرمایا: جو آپ فرمایئے، مَیں بُرا نہیں مانتا ہوں، جب میرے منع کرنے سے مولانا احمد رضا خان صاحب باز نہ آئے اور انہوں نے حدیث سے استفادہ کیا، تو مَیں کیوں نہ کروں؟ انہوں نے جو حدیث پیش کی ہے، اس کے راویوں میں محمد بن اسحاق نامعتبر، مجروح ومطعون ہیں کہ امام مالک نے ان کو دجّال کہا ہے "کان دجالا من الدجاجلة۔"

استاذ العلما: مولانا احمد رضا خان صاحب نے فرمایا ہو تو ان پر الزام ہو سکتا ہے، نہ کہ آپ کے قول سے، خصوصاً ایسا قول جس کو وہ صحیح ہی نہ مانتے ہوں، تو اُن پر کیوں عمل کریں، لیکن آپ کو اپنے قول پر ضرور عمل کرنا پڑے گا۔ رہے محمد بن اسحاق، اوّل تو امام مالک سے ثابت نہیں کہ انہوں نے ایسا فرمایا ہو، امام ابن ہمام نے اس کا انکار کیا ہے اور بفرض تسلیم توثیق ان کی کس قدر قوی ہے اور اس کے مقابلے میں جرح و مجروح ہے، کیا آپ محمد بن اسحاق کی جرح کو راجح و معتبر مانتے ہیں؟

صدر المدرسین: میں نے تو اپنی کتاب میں جرح و تعدیل دونوں ذکر کر دی ہیں اور مَیں امام ابن حجر کا یہ فیصلہ مانتا ہوں کہ سیر و مغازی میں تو ابن اسحاق معتبر ہیں اور حلال و حرام میں نہیں۔

استاذ العلما: اس تقدیر پر یہ مطلب ہوگا کہ جہاں ظنیات کافی ہیں، وہاں تو اعتبار ہے اور جہاں قطعیات درکار ہیں، جیسے حلال و حرام کا معاملہ، وہاں دوسرے ادلّہ درکار ہوں گے، یہاں تو کراہت کی

بحث ہے، وہ تو حدیث ضعیف سے ہی ثابت ہو جاتی ہے۔

صدر المدرسین: یہ معاملہ تو حلال وحرام سے بھی اہم ہے، کیوں کہ اذان شعائر دین میں سے ہے۔حتی کہ اس پر جہاد کیا جا سکتا ہے۔

استاذ العلما: اذان شعائر دین میں سے ہے یا اس کا داخلِ مسجد و خارج مسجد ہونا اور بلند وپست آواز سے ہونا بھی؟

صدر المدرسین: جی ہاں! اذان اور اس کے تمام احکام داخلِ مسجد اور خارجِ مسجد ہونا اور بلند وپست آواز سے ہونا، یہ سب شعائر دین سے ہیں۔

استاذ العلما: دلیل لائیے۔

صدر المدرسین: تو آپ مجھ سے ہر ہر بات کی دلیل طلب کریں گے؟

استاذ العلما: اگر یہ خوف ہے تو پھر ایسے دعوے نہ فرمائیے، جو محتاجِ ثبوت ہوں۔

ع ولیکن چوں گفتی دلیلش بیار۔

صدر المدرسین: بہت اچھا! آپ کو تو مَیں ابھی سمجھائے دیتا ہوں، یہ تو میرے بائیں ہاتھ کے کھیل ہیں، آپ فرمائیے کہ یہ شعائر دین ہے یا شعائر دنیا، دو حال سے خالی نہیں، آپ شعائر دنیا مانتے ہیں؟

استاذ العلما: ناخنوں کی تراش کا داہنے ہاتھ کی سبابہ سے شروع کرنا، پانی دونوں ہاتھوں سے لے کر تین مرتبہ میں پینا، جوتا پہننے میں داہنے سے شروع کرنا، یہ سب شعائر دین ہیں یا شعائر دنیا؟

صدر المدرسین: مَیں کسی بات کا جواب نہ دوں گا، میری بات کا جواب دیجیے۔

استاذ العلما: تو آپ جملہ اُمور کا شعارِ دین و دنیا میں حصر ثابت کیجیے اور ایسی دلیل قائم فرمائیے جو یہ ثابت کر دے کہ جملہ اُمور دو حال سے خالی نہیں ہو سکتے، شعارِ دین میں ہوں گے یا شعارِ دنیا سے۔آپ ایسے فاضل سے بہت بعید ہے کہ بغیر حصر ثابت کیے یہ سوال کر دے۔

صدرالمدرسین: (ذرا رُخ پھیر کر اور کچھ بے التفاتی کی سی شکل بنا کر) لیجیے! اب مَیں آپ کو دوسری طرح سمجھاؤں۔ کلام اللہ میں "**وتوفی عنها زوجهـــا**" کی عدّت چار مہینے دس دن وارد ہوئے اور حاملہ کی عدت وضع حمل۔ علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مسئلہ دریافت کیا گیا کہ ایک عورت حاملہ کا شوہر مر گیا، تو اس کی کتنی عدّت ہے؟ تو "**ابعد الاجلين**" عدّت فرمائی۔

اسی طرح اس مسئلے میں بھی "**لا يؤذن**" عام ہے۔ اذان پنج گانہ اور اذانِ خطبہ کو اور "**بين يديه**" عام ہے۔ داخلِ مسجد اور خارجِ مسجد کو، پس اس میں دونوں کو اپنے عموم پر برقرار رکھنا چاہیے، اذان پنج گانہ تو بیرونِ مسجد ہو اور اذانِ خطبہ داخلِ مسجد، قریب منبر۔

استاذ العلما: اس تقدیر پر "**لا يـــؤذن**" کا عموم کہاں باقی رہا؟ اذانِ خطبہ اور اذان پنج گانہ دونوں بیرونِ مسجد ہوں تو "**لا يـؤذن**" اور "**بيـــن يديه**" دونوں پر عمل ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ "**ابعد الاجلين**" مقرر کرنے سے دونوں آیتوں پر عمل ہوتا تھا اور جو صورت آپ نے بیان فرمائی ہے اس تقدیر پر "**لا يؤذن**" اپنے عموم پر نہیں رہتا۔

صدرالمدرسین: اس تقدیر پر "**بيـن يـديـه**" اپنے عموم پر نہیں رہتا، بلکہ آپ اسے خارجِ مسجد کی قید سے مقید کرتے ہیں۔

استاذ العلما: عموم پر تو کسی طرح نہیں رہتا، آپ اسے داخلِ مسجد کی قید سے مقید کرتے ہیں اور آپ یہ قید نہ لگائیں تو آپ کے نزدیک اذانِ خطبہ کا داخلِ مسجد اور خارجِ مسجد ہونا، دونوں جائز ہے۔ اب آپ کے نزدیک بھی اذانِ خطبہ کا خارجِ مسجد ہونا جائز بلا کراہت ہوا۔ گو کہ ابھی تک آپ داخلِ مسجد بھی جائز کہتے ہیں،

لیکن صراحت سے جواز کا خارجِ مسجد کا اقرار کیجیے تو اذان داخلِ مسجد کی نسبت کچھ عرض کروں۔

صدرالمدرسین: میں داخلِ مسجد اور خارج اذان کو جائز مانتا ہوں۔

استاذ العلما: اتنا تحریر کردیجیے۔

صدرالمدرسین: یہ تو مَیں نے تنزلاً کہہ دیا تھا۔

استاذ العلما: آپ تنزلاً کچھ نہ فرمایا کریں، ہر ایک بات ترفعاً وتعلیاً ہو۔

صدرالمدرسین: آپ کو لحاظ رکھنا چاہیے اور یہ بات بھی آداب میں سے ہے کہ کسی شخص کے پاس جائے تو اس کی عزت و آبرو کا لحاظ رکھے۔ مجمع میں کسی شخص کی توہین کرنا کیا مناسب ہے؟ یہاں طلبہ موجود ہیں، آپ مجھ سے تنہائی میں گفتگو کر سکتے تھے، مَیں نے کہا تھا کہ بعد عصر تشریف لایئے۔

استاذ العلما: حضرت! مَیں نے تو آپ کی اجازت سے گفتگو شروع کی تھی، یہ خیال تھا تو آپ نے اجازت نہ دی ہوتی۔ مَیں گفتگو کر کے مسئلہ صاف کرنا چاہتا تھا، ہوا خیزی میری نیت تو نہ تھی۔

صدرالمدرسین: آپ میری ہوا خیزی کر ہی کیا سکتے ہیں۔

استاذ العلما: مَیں عرض کرتا ہوں کہ میری یہ نیت ہی نہیں اور مَیں کر بھی کیا سکتا ہوں، یہ سچ ہے۔ لیکن لمبے چوڑے دعوے کر دیا کرتے ہیں۔ بہر حال میری بات کا جواب عنایت ہو۔

صدرالمدرسین: اب مَیں آپ کو شامی دکھا دوں گا کہ سقف مسجد، مسجد ہے اور سقف مسجد پر اذان جائز ہے، اب مَیں جاتا ہوں، کتاب تلاش کر کے لاتا ہوں، آپ ظہر کی نماز پڑھ لیجیے۔

حضرت مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ ''بہتر'' فرما کر نماز پڑھنے

مسجد شریف تشریف لائے اور مولوی معین الدین صاحب مکان تشریف لے گئے۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد مولوی معین الدین صاحب واپس تشریف لائے، کچھ عرصہ تک غلام مرشد صاحب طالب علم کا انتظار کیا، جب وہ آئے تو فرمایا کہ اگر آپ کو فقہ میں یہ دکھا دوں کہ سقف مسجد مسجد ہے اور سقف مسجد پر اذان جائز، تو آپ داخلِ مسجد اذان ہونا تسلیم کر لیں گے؟

استاذ العلما: جواز مع الکراہۃ تو اب بھی تسلیم کرتا ہوں، بلا کراہت جب بھی تسلیم نہیں کروں گا، بلکہ اس میں بہت جائے گفتگو ہے، لیکن آپ اپنے اقرار سے اس عبارت کے دکھانے پر مجبور ہیں، دکھائیے۔

اس پر مولوی معین الدین صاحب نے شامی کھولی، ''سقف'' کی شرح میں یہ نکلا کہ حضرت بلال نے ظہر مسجد پر اذان فرمائی، فرمایا: اب تو آپ تسلیم کر لیجیے کہ اذان فوق المسجد کا جواز فقہ سے ثابت ہو گیا۔

استاذ العلما: بندہ نواز! یہ حدیث ہے، جس سے اذان علی ظہر المسجد ثابت ہوتی ہے، فقیہ نے اس کو صرف اس لیے ذکر کیا ہے کہ اذان کے بالا مقام پر کہے جانے کے لیے یہ حدیث اصل ہے۔ اس حدیث سے اذان کے مسجد میں داخل ہونے پر استدلال نہیں کیا اور آپ تو حدیث سے سَند لا ہی نہیں سکتے، کیوں کہ **القول الاظہر** میں مقلّد کے لیے حدیث سے استدلال آپ خود نا جائز کر چکے ہیں۔ حدیث کا فقہ کی کتاب میں لکھا ہونا آپ کے لیے کافی نہیں۔

صدر المدرسین: دیکھیے! آپ نے یہ بات کہہ دی، مَیں پہلے ہی سمجھا ہوا تھا، پھر شاگرد رشید کے مشورے سے فرمایا کہ آپ اس قدر لکھ دیجیے کہ اذان علی ظہر المسجد شامی کی نقل کردہ حدیث سے ثابت ہوئی۔

استاذ العلما: بندہ لکھنے کے لیے حاضر ہے، جناب کچھ تقریریں فرما چکے ہیں، وہ

بھی قلم بند فرما دیجیے۔

صدرالمدرسین: (اس پر تو بہت ہی برافروختہ ہوئے، فرمانے لگے) میری تمہاری کیا برابری ہے، تم نے مجھ سے کیا حکم کہہ دیا۔ مَیں اپنی شان کے کے خلاف باتیں سننے کا متحمل نہیں ہوسکتا۔ آپ بہت متجاوز ہو چکے ہیں، اپنی حد کے اندر رہ کے بات کیجیے۔ ذرا طلبہ کی بھی آنکھیں نکالیں اور غصّے کے لب ولہجہ سے مرعوب کرنا چاہا۔

استاذالعلما: مولانا! آپ کی شان سے خودستائی اور اپنے منہ سے اپنی مدح سرائی کرنا کوئی پسندیدہ بات نہیں۔ کیا آپ میری مسافرت پر نظر کرکے دھمکیوں سے فائدہ اُٹھانا چاہتے ہیں؟ مَیں بھی جناب کو اس نظر سے دیکھتا ہوں، جس نظر سے آپ مجھ سے گفتگو فرما رہے ہیں، کیا وجہ ہے کہ مجھ سے لکھنے کے لیے کہہ دیجیے، جب تو تجاوز، ترکِ ادب کچھ نہ ہوا اور مَیں لکھنے کے لیے کہوں تو اس قدر ناگوار گزری۔ اگر آپ مجھ سے ایک حرف لکھوانا چاہیں تو آپ کو اپنی پوری تقریر قلم بند کردینا چاہیے۔ بلکہ لکھنا آپ ہی پر ضروری ہے اور مجھ پر بالکل لازم نہیں، کیوں کہ اس وقت آپ مجیب کی حیثیت رکھتے ہیں اور مَیں مانع کی۔

صدرالمدرسین: (ذرا نرم ہوکر) اچھا! اب آپ دوسری عبارت دیکھیے، ہدایہ میں ہے: و یکرہ المجامعة فوق المسجد و البول و التخلی لان سطح المسجد له حکم المسجد۔ دیکھیے! پہلی عبارت سے سقف مسجد پر اذان ہونا ثابت ہوا اور دوسری سے سقف مسجد کا مسجد ہونا، دیکھیے کیسا مدعا ثابت ہوا۔ مجھ سے تو جو مناظرہ کرے گا اس کا یہی نتیجہ ہوگا، جو آپ کا ہوا۔

مولوی احمد رضا خان صاحب کو فقہ میں بہت نظر ہے، اس کا مَیں اقرار کرتا ہوں اور اس کا انکار کمینہ پن بھی ہے، لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ اُن کی طرف داری کرنے کے لیے جو کوئی بھی آئے، وہ بھی ایسا ہی وسیع النظر ہو۔ مولانا! میری نظر بہت دور تک ہے اور مَیں جو کچھ کہتا ہوں بہت تحقیق کر کے کہتا ہوں۔

استاذ العلما: آپ جتنی بھی تعریفیں کیجیے، صرف اپنا دل خوش کرنے کی باتیں ہیں۔ دوسرا آپ کی خودستائی سے آپ کو اس رتبے کا نہیں سمجھ سکتا، نہ آپ خود ہی بڑھ سکتے ہیں۔ شامی کی روایت پیش کرنے کا آپ کو کوئی حق ہی نہیں تھا، کیوں کہ وہ حدیث ہے اور حدیث سے جناب صراحتاً دست بردار ہو چکے ہیں، اب رہی ''ہدایہ'' کی عبارت، وہ خود بتا رہی ہے کہ سقف مسجد، مسجد نہیں، بلکہ بعض اُمور میں اس کو حکم مسجد دیا جاتا ہے اور یہ تو فرمایئے کہ مسجد میں پاخانہ پھرنے کا کیا حکم ہے؟

صدرالمدرسین: مسجد میں پاخانہ پھرنا حرام ہے۔

استاذ العلما: مولانا! جب نہ ہوا تھا، اب فیصلہ ہوگیا کہ مسجد میں پاخانہ پھرنا حرام اور سقف مسجد میں مکروہ تحریمی، اس سے صاف ظاہر ہے کہ سقف مسجد عین مسجد نہیں، ورنہ جملہ احکام اوصاف کا اتحاد ضروری تھا۔ ''لا یؤذن'' کی ایسی زبردست صراحت کے مقابلے میں آپ یہ کیا اوہام وتخیل پیش کر رہے ہیں؟

صدرالمدرسین: (اس وقت مولانا کے چہرہ پر کچھ ندامت وشرمندگی کے آثار پائے جاتے تھے اور کھسیانے لہجہ میں باتیں فرماتے تھے۔ توضیح نکال کر گھبرا کر کہا) شیخین کے نزدیک تو کراہت وحرمت میں کوئی فرق

ہی نہیں، اس مکروہ سے حرام مراد ہے۔

استاذ العلما: جناب مولانا! مَیں اس میں تو بحث ہی نہیں کرتا کہ کراہت وحرمت میں شیخین کیا فرماتے ہیں اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کیا؟ اور کبھی کراہت حرمت کے معنی میں مستعمل ہوتی ہے یا نہیں۔ مَیں تو یہ گزارش کرتا ہوں کہ آپ نے تخلی فی المسجد کی تو حرمت کا اقرار فرمایا اور ''بدایہ'' میں تخلی فرق المسجد کی کراہت کا حکم دیا اور اس کراہت سے حرمت ہرگز مراد نہیں لائے۔ ''فتح القدیر'' ملاحظہ فرما لیجیے، اس میں لکھا ہے کہ اس جگہ کراہت سے تحریم مراد نہیں۔ مولانا! اس فیصلے پر آپ کی زبان شاہد ہو چکی ہے، اب کوئی مخلص کی صورت نہیں۔

صدرالمدرسین: مَیں نے شیخین کا قول دکھایا۔ میری وہاں تک نظر ہے، آپ ایسے وسیع النظر نہیں تو میرے توجہ دلانے سے توجہ کیجیے۔

استاذ العلما: جناب مولانا! آپ کے مقابلے میں کچھ مَیں ہی کوتاہ نظر نہیں ہوں، بلکہ آپ کی وسعتِ نظر کے سامنے تو امام ابن ہمام بھی کوئی چیز نہیں، جہاں جناب کی نظر پہنچی ہے، اُن کی نظر بھی نہیں پہنچی۔

صدرالمدرسین: شیخین کے مقابلے میں امام ابن ہمام کیا ہیں؟

استاذ العلما: ہدایہ میں اس خاص موقع پر جو کراہت کا لفظ آیا ہے، اُس کی شرح میں شیخین نے یہ فرمایا ہے کہ اس کراہت سے اس خاص مقام پر حرمت مراد ہے، تو آپ خود پیش کیجیے۔ امام ابن ہمام تو اس خاص لفظ کی شرح فرمارہے ہیں اور یہ بتارہے ہیں کہ اس خاص مقام پر کراہت بمعنی تحریم نہیں۔ دوسرے مقام پر کراہت کا استعمال کسی معنی پر ہوا ہے، یہ زیر بحث نہیں۔ آپ اپنے قول سے ملزم ہو چکے۔

صدرالمدرسین: (اپنے طلبہ سے متوجہ ہوکر) میرا جو کام تھا، مَیں کر چکا، جس عبارت کا وعدہ تھا وہ مَیں نے پیش کردی۔

استاذ العلما: خاک ہی نہیں پیش کردی، اللہ کی شان آپ کی زبان سے اقرار کرا دیا کہ سقف مسجد، مسجد نہیں۔

صدرالمدرسین: نہیں مولانا! مَیں نے کب اقرار کیا ہے؟

استاذ العلما: اور کوئی اقرار کے سینگ ہوتے ہیں۔ یہ آپ نے ہی فرمایا کہ مسجد میں تخلی حرام اور سقف مسجد میں مکروہ، اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس جگہ تخلی مکروہ ہے، وہ یقیناً غیر ہے، اس جگہ کا جہاں تخلی حرام ہے۔

صدرالمدرسین: خیر مولانا! مَیں تو عبارت پیش کر چکا، اس سے زیادہ اور کیا کرسکتا ہوں۔

منتظم دارالعلوم: حضرت مولانا صاحب! مَیں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ اگر جواب عنایت فرمائیں تو آج قیام فرمائیں اور غریب خانے پر نان جویں تناول فرمائیں اور اگر کوئی امر بحث طلب باقی رہ گیا ہو تو آپ حضرات تنہائی میں طے کرلیں۔ یہاں مجمع عام ہے، طلبہ بھی، عوام میں سے ہوتے ہیں، ان کی نظر میں ایک عالم کی وقعت کم ہو جاتی ہے۔ اس کا آپ کو بھی درد رکھنا چاہیے۔ ایک فرعی مسئلہ کی وجہ سے آپ ایسی باتیں کیوں گوارا کریں۔ دن بھر پڑھاتے پڑھاتے جناب مولوی معین الدین صاحب کا دماغ درست نہیں رہتا اور آپ تازہ دم وارد ہوئے تھے۔ آپ کی تو ایسی مثال ہے جیسے ایک پہلوان دوسرے سے کُشتی لڑنے کے لیے چھ مہینے سے تیار ہوا ہو اور مولوی معین الدین صاحب کی ایسی حالت ہے جیسے کوئی پہلوان

روزمرہ معمولی کُشتی لڑتا ہوتو یکا یک اس سے مقابلہ ہو جانا ایک اچانک بات ہے، جس کے لیے یہ تیار نہیں تھا۔ اسی وجہ سے جو لفظ مولانا کی زبان سے بے جا نکلا ہو مَیں آپ سے اس کی معافی چاہتا ہوں اور بہتر ہوگا کہ اس معاملے میں جو مزید گفتگو کرنا ہو تو بذریعہ تحریرات کے طے کرلیا جائے اور باہمی تحریریں شائع نہ ہوں، جب تک کہ آپس میں مسئلہ طے نہ کرلیا جائے۔

طلبہ دارالعلوم: حضور عالی! ہم لوگوں کے عادات وسکنات سے جو بات ناگوار گزری ہو ہم اس کی معافی چاہتے ہیں۔

استاذ العلما: (طلبہ کی طرف متوجہ ہوکر) آپ طالب علم ہیں اور آپ کو ضرور اپنے استاذ کی طرف داری کرنا چاہیے۔ مَیں آپ سے ناخوش نہیں، البتہ مولوی صاحب کے اخلاق کی ضرور شکایت ہے۔ ایک قابل آدمی کو ایسے اخلاق ہرگز نہ رکھنا چاہئیں۔ مولوی صاحب کی کوئی بات ادعا سے خالی نہیں ہوتی۔ مَیں اس سے پہلے مولوی صاحب کو جس نظر سے تولتا تھا، اتنے دعوے سننے کے بعد اس سے کچھ اچھی نظر سے نہیں تولتا ہوں، نہ اپنے زبانی دعوے سے کوئی شخص بڑا ہوسکتا ہے۔ بلکہ مولوی صاحب کو یہ کوشش کرنا چاہیے کہ بجائے ان کی اپنی زبان کے دوسری زبانیں اُن کی تعریف کریں۔

(منتظم صاحب کی طرف متوجہ ہوکر): جناب کی رائے سے مجھے بالکل اتفاق ہے۔ گفتگو تو الحمدللہ ہوچکی۔ اب مولانا کے رسالے ''القول الاظہر'' کے متعلق کچھ اُمور دریافت طلب باقی ہیں۔ اس کے متعلق مولوی صاحب اگر آج ہی طے کرنے کا وعدہ فرمائیں تو مَیں شہر جانے کے لیے حاضر ہوں اور دعوت بھی قبول ہے۔

صدرالمدرسین: بہتر یہی ہوگا کہ کتاب سے طے کرلیا جائے اور ہم آپ ایک ہی ہیں، کوئی بات قلم سے ایسی نہ نکلے گی جو خلافِ مزاج ہو۔ اب آپ چائے پی لیجیے اور مَیں اپنا رسالہ ''القول الاظہر'' حاضر کرتا ہوں، اس کو لے جایئے۔

استاذ العلما: مولانا! مَیں نے اب تک آپ کو وہابی قرار نہیں دیا ہے، اب تک جو گفتگو کی گئی، اس نیت سے ہرگز نہ کی گئی کہ آپ کی تذلیل کی جائے، لیکن آپ نے جو 'اعلانِ مناظرہ' کے نام سے مضمون چھاپا ہے، اس میں دیکھیے کہ کیا سختی کی ہے۔

صدرالمدرسین: مولانا احمد رضا خان صاحب نے مجھ پر ''اجلی انوارِ رضا'' میں گیارہ وجہ سے کفر ثابت کیا ہے۔

استاذ العلما: اس پر آپ کو غور کرنا چاہیے، اگر آپ کے کلام میں ایسے وجوہ پائے جاتے ہیں کہ بیش تر خطا سے خالی نہیں، تو آپ کو توبہ میں جلدی کرنا چاہیے، یہ کوئی بُرا ماننے کی بات نہیں۔

منتظم دارالعلوم: اچھا! تو اب آپ تشریف لے چلیں اور کھانا ملاحظہ فرمالیں۔

اس پر جلسہ برخاست ہوا اور مولوی احمد حسین خان صاحب رام پوری، حضرت مولانا مولوی محمد نعیم الدین صاحب مدظلہ کو اپنے مسکن پر لے گئے۔ حضرت مولانا مدظلہ العالی نے دن بھر کھانا بھی تناول نہ فرمایا تھا، شام کے پانچ بجے کے قریب کھانا تناول فرمایا، لوگ جوق در جوق آتے تھے اور کہتے تھے: الحمدللہ! آپ تشریف لے آئے اور مسئلہ اذان میں حق واضح ہوگیا۔

تیسری بحث

ندوۃ العلما کے موضوع پر ایک وکیلِ اہلِ سُنّت
اور ایک رکنِ ندوہ کے درمیان مخاطبہ جلیلہ

مابین	:	مجاہد جلیل مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی
		و مولانا شاہ محمد سلیمان پھلواروی
بتاریخ	:	۱۱؍ذی القعدہ ۱۳۱۶ھ / دسمبر ۱۹۱۶ء
بمقام	:	خانقاہِ عالیہ پھلواری شریف، پٹنہ
بقلم	:	مجاہد جلیل مولانا قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی
بحوالہ	:	ماہنامہ ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ، شمارہ محرم ۱۳۱۷ھ ص ۳۷ تا ۴۸

ندوۃ العلما کے دفاع میں
وکیلِ اہلِ سُنّت قاضی عبدالوحید کی سرفروشانہ جدوجہد
کی ایک واضح تصویر

مخاطبۂ جلیلہ ۱۳۱۶ھ

از قلم: قاضی عبدالوحید فردوسی عظیم آبادی

حضراتِ اہلِ سُنّت! پہلے اتنا گزارش کرلوں کہ بتقریب عقد نکاح مولوی محی الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ فرزند دلبند حضرت مولانا شاہ محمد بدر الدین صاحب قبلہ زیب سجادہ خانقاہ پیر مجیب علیہ الرحمہ روز جمعہ ۱۱ر ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ کو یہ احقر البریہ (قاضی عبدالوحید) مع بعض دیگر عمائد اہلِ سُنّت مثل میر نور الحسنین صاحب و میر کلیم صاحب اور میر امیر جان صاحب رؤسائے پٹنہ کے پھلواری شریف حاضر ہوا تھا، بعد نمازِ مغرب احقر مع جناب میر نور الحسنین کے صحن مسجد کے باہر ملاقات ہوئی۔ رسمِ خیریت پُرسی ادا ہونے کے بعد مکرمی میر نور الحسنین صاحب رئیس نے محض بنظر آشتی و اصلاح باہمی یہ ارشاد فرمایا:

میر نور الحسنین صاحب:

''مولوی عبدالوحید صاحب! دیکھیے یہ مولوی سلیمان صاحب تشریف رکھتے ہیں، آپ دونوں آدمی باہم صلح کرلیں اور کینہ و رنجش دور فرمائیں تو مناسب ہے۔ دشمنوں نے بہت سی باتیں مشہور کررکھی ہیں۔''

محمد عبدالوحید:

''مخدوما! آپ یقین کرلیں کہ مجھے مولوی شاہ سلیمان صاحب سے کوئی ذاتی رنجش نہیں، مَیں ہر طرح شاہ سلیمان صاحب سے ملنے کو تیار ہوں اور اگر خدانخواستہ شاہ صاحب کو مجھ سے کسی قسم کا ذاتی صدمہ پہنچا ہے تو ہم معذرت کو تیار، مصالحت پر آمادہ

ہیں۔"

شاہ سلیمان:

"مجھے بھی بخدا آپ سے کچھ رنجش نہیں، (مصافحہ بھی ہوا) ہاں! چند باتیں محض محبتانہ روش پر عرض کرنی ہیں، آیئے ہم آپ باتیں کرلیں۔"

محمد عبدالوحید:

"چشمِ ماروشن، دل ماشاد۔ بسم اللہ، مَیں بھی ہر طرح اس پر راضی ہوں۔"

مولوی عبدالرحمٰن مدرّس خانقاہِ پھلواری: (ہاتھ میں ہاتھ دے کر)

"مولوی عبدالوحید صاحب! یہاں ہاتھوں کا کون سا موقع ہے، سہ درہ (جہاں مولوی محمد محی الدین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ برابر تشریف رکھتے ہیں) میں چلیے، وہاں باطمینان باتیں ہوں گی۔ مَیں بھی اس مصالحت سے بہت خوش ہوا۔"

چنانچہ سب لوگ وہاں پہنچے، عمائد کا بہت اچھا خاصا مجمع تھا۔ صاحبزادہ صاحب بھی وہیں تشریف رکھتے تھے اور آنے جانے والوں کا شمار نہ تھا۔

"مولوی عبدالرحمٰن صاحب! مصالحت کی باتیں شروع ہوں؟"

"ہاں! مولوی سلیمان صاحب آپ آغازِ کلام فرمائیں۔ خدا کرے کہ آج اسی تقریب کی بدولت اس قضیۂ نامرضیہ کا وجود تک باقی نہ رہے۔"

مولوی شمس الضحیٰ صاحب آروی:

"ہمیں بھی یہ مصالحت بہت مرغوب ہے۔ اللہ پاک باحسن وجوہ مصالحہ کرادے۔"

شاہ سلیمان: قاضی عبدالوحید صاحب آپ ادھر متوجہ ہوں، ہمیں آپ سے چند شکایتیں ہیں، ہر بات کا تفصیلی جواب دیں۔

محمد عبدالوحید: جناب شاہ صاحب! جو کچھ کہنا ہو، فرمایئے، مَیں ہمہ تن متوجہ ہوں۔

شاہ سلیمان: قاضی صاحب! آپ میں اور ہم میں مذہبی مخالفت جو تھی، وہ تو تھی ہی مگر آپ سے ہمیں ہرگز یہ اُمید نہ تھی کہ آپ کے گھر سے یہ

بات مشہور ہو کہ سلیمان نسب دویم حسب سویم کا آدمی ہے۔

محمد عبدالوحید: حاشا وکلاّ! جو مَیں نے کوئی بات اس قسم کی مشہور کی ہو، یا میرے گھر سے اس بات نے شہرت پائی ہو۔ اگر واقعی میں آپ اس کا ثبوت دے سکیں تو دیجیے، بشرط تحقیق مَیں ہر طرح تقصیر وار اور جناب سے معافی کا اُمیدوار ہوں۔ مَیں تو جناب کے حسب ونسب سے مطلق واقف نہیں، یہ خبر پھلواری ہی سے مشہور ہوئی ہوگی۔

شاہ سلیمان: مَیں نے ایسا ہی سُنا تھا کہ آپ کے ہی گھر سے یہ خبر دور تک پہنچی، آپ کو ایسا لازم نہ تھا، مجھے آپ سے اس کی سخت شکایت ہے۔

محمد عبدالوحید: شاہ صاحب! زبانی خبروں پر آپ کو یقین کر لینا کب زیبا تھا، ایاکم و ظن السوء، بہت سی زبانی بے بنیادی خبریں مشہور ہوا کرتی ہیں، مگر عندالتفتیش ان کی اصلیت کا شمّہ تک نہیں ہوتا۔ بحمداللہ! مَیں ہر طرح پر اس الزام سے بَری ہوں۔ آپ کوئی تحریری ثبوت پیش کریں تو مَیں اسی جلسے میں اپنی غلطیوں کے اعتراف کرنے کو ابھی موجود اور اپنے رسالے میں اپنی تکذیب شائع کرنے کو مستعد ہوں۔ کیوں جناب میر نورالحسنین صاحب! رسالہ مبارکہ ''تحفۂ حنفیہ'' بفضلہٖ تعالیٰ ڈیڑھ برس سے اکناف و اطراف ہندوستان میں شائع ہو کر مفید ہر خاص و عام ہو رہا ہے۔ کوئی دبا چھُپا رسالہ نہیں۔ جناب کے ملاحظہ سے بھی گزرتا ہے، آپ ہی بلا رورعایت اپنے انصاف و دیانت سے ارشاد فرمائیں کہ کہیں بھی کوئی ایسی بات ''تحفۂ حنفیہ'' میں لکھی گئی ہے؟

میر نورالحسنین صاحب: نہیں، ہرگز نہیں، ہاں بھئی سلیمان صاحب! واللہ ایسا نہیں ہے۔ ہمارے وحید میاں کی یہ عادت نہیں۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب اور مولوی شمس الضحیٰ صاحب:
مولوی شاہ سلیمان صاحب! اب اسے رہنے دیجیے، جب مولوی محمد عبدالوحید صاحب اس سے برأت ظاہر کرتے ہیں پھر بات ہی کیا رہی۔

محمد عبدالوحید: فی الواقع یہ الزام مجھ پر آ ہی نہیں سکتا۔ مولوی شاہ سلیمان صاحب اسے برأت سمجھیں یا جو کچھ۔ کوئی یقینی تحریری یا تقریری ثبوت ہو تو مَیں معذرت کو حاضر ہوں، ورنہ سراسر الزام ہے۔

شاہ سلیمان: بریلی سے ''تحفہ نمک سلیمان'' (۱) نامی رسالہ شائع ہونے والا ہے، اس میں میرے حسب ونسب میں کلام کیا گیا ہے۔ میرے بعض مخلصین نے ہمیں اس کی اطلاع دی ہے۔ ہم بھی ''پٹھانی'' رسالہ شائع کریں گے اور ترکی بہ ترکی جواب کو مستعد ہیں۔ اسی امر کا مَیں نے شاہ امین صاحب بہاری سے تذکرہ کیا تھا اور کہا تھا کہ جناب! جب میرے حسب ونسب میں کلام ہونے لگا، پھر آپ بھی اپنی خیریت منائیے۔ آپ بھی اس حملے سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ شاہ صاحب بہاری مخالفین ندوہ سے بہت برافروختہ ہوئے اور ناخوشی ظاہر فرمائی۔

محمد عبدالوحید: جناب مولوی شاہ سلیمان صاحب! یہ کب کی بات ہے؟

شاہ سلیمان: ایک مہینے کا عرصہ گزرا۔

محمد عبدالوحید: پندرہ روزوں سے کم ہوا کہ احقر بہار شریف گیا تھا اور حضرت شاہ صاحب بہاری قبلہ کے شرفِ ملازمت سے بہرہ اندوز ہوا۔ ''سرقستان قدس'' (۱) جو فی الحال بریلی سے خود شاہ صاحب کے ہاں آیا تھا اور بوجہ معذوری شاہ صاحب نے اسے ملاحظہ نہ کیا تھا۔

مَیں نے اکثر مقامات سے سنایا۔ جناب ممدوح دام بالکرم نے رسالۂ مذکورہ کی بڑی تعریف کی اور ہم مخالفین ندوۂ مخذولہ سے اپنی خوش نودی خراج کا اظہار فرمایا۔

شاہ سلیمان: رسالہ ''تحفۂ نمک سلیمان'' میں ہملات کی اشاعت کا کیا جواب ہوا؟

محمد عبدالوحید: انہوں نے ہرگز ایسا نہیں لکھا ہے، بلکہ اربابِ ندوہ کے اعراض عن الحق ومخالفت مذہب اہلِ سُنّت کا روشن ثبوت دیا ہے۔ وہ ہرگز اس الزام سے بری ہیں، دوسرے وہ رسالہ شائع بھی نہ ہوا اور قبل سے ان پر الزام دہی یہ کون سی منصفانہ روش ہے۔ بعد از اشاعت البتہ جا و بے جا اعتراض کا حق ہے۔ اس وقت اگر آپ کا ادعا صحیح نکلا اور انہوں نے بلا وجہ آپ کے نسب وحسب میں کلام کیا ہو، تا ہم عقلاً میں مورد الزام نہیں ہوسکتا۔ موافقت مذہبی بریلوی والوں سے مستلزم موافقت اُمورِ فرعیہ خانگی کی نہیں ہوسکتی۔

شاہ سلیمان: دیکھیے! آپ نے ''تحفۂ حنفیہ'' میں مولوی اسمٰعیل دہلوی کی نسبت

(۱) بارہ سال کی علمی زندگی میں اب تک اس قسم کی کوئی کتاب نظر سے نہیں گزری، کہا جاسکتا ہے کہ یہ شاہ صاحب کا محض گمان تھا، ان کی یہ بدگمانی کسی جعلی خط کی بنا پر تھی، شاہ صاحب نے اپنے ایک خط میں خود لکھا ہے: میں ندوہ کا حامی ہوں اور اس کا رکن کہلاتا ہوں، مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں نے اپنی دیانت وعقیدہ کو خراب کر ڈالا۔ حاشا وکلا میں یہ ہرگز نہیں چاہتا کہ آپ سے یا علماے بدایوں سے مخالفت کروں اور رد وقدح کی سلسلہ جنبانی شروع ہو جائے (نعوذ باللہ)۔ مخدوما! میں تو آپ صاحبوں کا ہم خیال ہوں، کابراً عن کابرٍ۔ پھر آج ندوہ کی وجہ سے کیوں ایسا کروں اور میں بلا تغیر وتور

لکھا ہے کہ اس نے گرآں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو صریح گالیاں دیں، مگر ہم لزومِ کفر سے تکفیر نہیں کرتے۔ یہ قول باطل ہے۔ ہم تو ضرور ایسے شخص کی تکفیر کریں گے۔ اُمورِ منصوصہ میں تاویل جائز نہیں۔(۱)

شاہ سلیمان: گر لزومِ کفر سے عدم تکفیر قطعی اسمٰعیل دہلوی کی وجہ رسالہ ''سل السیوف الہندیہ'' (۲) مندرجہ ''تحفۂ حنفیہ'' میں بالتصریح مذکور ہے۔ اگر آپ تکفیر ہی کریں تو ہمیں کوئی وجہ نہیں، ضرور اس گمراہ دہلوی کے کلماتِ کفریہ ایسے ہیں کہ ہر مسلمان اس کا مخالف ہو۔ پھر آپ اگر باتباع بعض علماے اہلِ سُنّت جو لزوم کفر پر ہی تکفیر کر بیٹھے ہیں، تکفیر اسمٰعیل کریں تو میرا کیا ضرر؟

حضرت مجدد مائۃ حاضرہ مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی قبلہ مدظلہ نے تکفیر قطعی اسمٰعیل فقط اس لیے نہ کی کہ لزوم والتزام میں فرق سمجھا اور محققانہ روش اختیار کی۔ دوسرے مسلک مبارک سیدنا امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ تکفیر قطعی سے احتیاط اور حتی الوسع کفِ لسان کرتے ہیں۔ گو تذلیل تضلیل میں اس تکفیر سے شدّت کم نہیں، بلکہ بدرجہا زائد ہے۔

شاہ سلیمان: رسالہ بریلی میں مجھے یزید کا بچہ، شمر کا پوتا لکھا ہے، مگر مَیں صبر کروں گا، جواب اس کا نہ دوں گا۔

محمد عبدالوحید: کسی رسالہ میں ایسا نہیں لکھا گیا، بلکہ الزاماً یہ بات کہی گئی۔ جب مولوی شاہ سلیمان صاحب (معاذ اللہ) یزید پلید کو سیدنا امام حسین

یہ پکار کر کہوں گا کہ ندوۃ العلما کے الف سے یہی علماے اہلِ سُنّت مراد ہونا چاہیے نہ روافض وخوارج و نیچریہ و وہابیہ خذلہم اللہ۔ مولانا! میں ننگ خاندان ہوں، مگر نسبت میری کسی بارگاہ میں ضرور ہے،

علیہ السلام کا دینی بھائی کہلاتے ہیں اور منقصت وقباحت خیال نہیں کرتے۔ پھر یہ بات کہاں تک پہنچے گی، احتراز کیجیے اور اس پلید کو امام عالی مقام علیہ السلام کا دینی بھائی نہ کہیے۔ ثانیاً مَیں پھر بھی الزام سے پاک ہوں، مجھے شکایت فضول۔ ہاں اگر ''تحفہ'' میں اس کا شبہ تک ہوتا تو مَیں بے شک مجرم تھا۔

(میر نور الحسنین صاحب سے مخاطب ہوکر) کیوں میر صاحب! آپ ہی کہیے کہ مَیں نے کہیں 'تحفہ' میں ذاتیاتِ مولوی شاہ سلیمان صاحب میں کلام کیا ہے؟ بد مذہب و گمراہ اور مخالف اہلِ سُنّت و الجماعت ضرور مَیں نے لکھا ہے اور اب بھی مَیں اعلانیہ کہتا ہوں۔

میر نور الحسنین صاحب: بھائی سلیمان صاحب! واللہ! تحفہ ''تحفہ'' میں وحید میاں نے ایسا نہیں کیا، ورنہ مَیں خود اسے رَوانہ رکھتا اور ان پر شکایت کرتا۔

شاہ سلیمان: اکثر مقامات پر مَیں نے کتابوں میں نشان دے رکھا ہے اور حدیث منتخب کرلیا ہے اور حضرت فرید الدین رحمہ اللہ نے بھی یہ لکھا ہے کہ یزید پلید حضرت امام حسین علیہ السلام کا دینی بھائی تھا۔(۱)

محمد عبد الوحید: صحت نقل درکار ہے، دعویٰ بلا دلیل معتبر نہیں، یزید کا ابن صحابی ہونا کچھ تو پر تو ادھر کا پڑنا چاہیے۔ مولانا! میں نے صدہا کتابیں وہابیہ کی تردید میں لکھی ہیں اور اکثر چھپ کر شائع ذائع ہیں، مثلاً ایصال ثواب، درود وسلام، رسالہ حضوری (مکتوب شاہ سلیمان، محررہ ۱۴/شوال ۱۳۱۳ھ بنام امام احمد رضا، بحوالہ اشتہارات خمسہ ص ۳-۴)

---

(۱) یہ ایک قصیدہ ہے، ۱۳۱۵ھ میں امام احمد رضا نے لکھا، یہ قصیدہ سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی کی مدح میں ہے۔

---

(۱) شاہ صاحب کے بیان میں تضاد نظر آتا ہے، دوسری جگہ انہوں نے یہ کہا ہے: فقہائے کرام نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ ایک شخص میں اگر ننانوے وجہیں کفر کی پائی جائیں اور ایک وجہ بھی عدم کفر کی

یا نسبی بھائی ہونا اور بات ہے اور مذہبی بھائی ہونا اور شے ہے۔ نفسِ حدیث "من قال ....الجنة" نقل کرنا بے شک صحیح ہے، مگر اس سے انکار ضروریاتِ دین کو شمار نہ کرنا چیزے دیگر۔ اس طرح یزید پلید کو قرابت کا بھائی بتا کر اثباتِ اتفاق و اتحادِ باہمی حضرات اہلِ سُنّت و انفار بدعت کی دلیل پکڑنا ہرگز درست اور مفید مطلب نہیں ہوسکتا۔

شاہ سلیمان: اچھا! آپ مجھے کیا سمجھتے ہیں، صاف صاف کہیے۔

محمد عبدالوحید: احقر آپ کو باعثِ شرکت و موافقتِ ندوۂ مخذولہ گمراہ اور بدمذہب یعنی مخالف مذہب اہلِ سُنّت جانتا ہے اور علی رؤس الاشہاد کہتا ہوں۔

شاہ سلیمان: مخالفِ اہلِ سُنّت نہیں، بلکہ یہ کہیے کہ ہم تو تمہیں (مولوی شاہ سلیمان) کو سُنّی نہیں جانتے ہیں۔

محمد عبدالوحید: گو منشا ایک ہی ہے مگر تعمیل حکم کے خیال سے اس جملہ "آپ سُنّی نہیں ہیں" کو عرض کرتا ہوں، مگر اس کی غایت کیا ہے؟ ارشاد ہو۔

شاہ سلیمان: مَیں سُنّی ہوں اور جو بدمذہب ہو، اس پر خدا کا غضب نازل ہو (اس جملہ کا چند بار اعادہ کیا) آپ لوگوں کی ہمت ہے۔ چنانچہ بمواجہ جناب شاہ امین احمد صاحب بہاری مزار مبارک حضرت مخدوم الملک رحمہ اللہ پر مَیں اس امر میں مباہلہ کرنے کو موجود ہوں، آپ کو مباہلہ میں کیا عذر ہے؟

حاضرینِ جلسہ بالخصوص مولوی عبدالرحمٰن صاحب خانقاہی اور مولوی شمس الضحیٰ آروی:

کیوں مولوی محمد عبدالوحید صاحب آپ کو مباہلہ میں اب کیا چوں چرا کی گنجائش ہے؟ مولوی شاہ سلیمان صاحب تو ہمہ تن آمادہ ہیں۔

مجھے بھی کچھ عذر نہیں، مگر اس کا مآل کار کیا ہوگا، ایسی باتیں چند دفعہ

پیدا ہو تو اس کی تکفیر ہرگز روا نہیں (بحوالہ طلسم کشائے ندوہ از مولانا غلام شبر صدر بلند شہر علی، مطبوعہ بریلی ص ۹)

گزر چکی ہیں۔ مَیں اپنی جماعت علماے اہلِ سُنّت مخالفینِ ندوہ میں ایک معمولی شخص ہوں اور مولوی شاہ سلیمان صاحب پھلواروی رکن اعظم ندوہ اور ستہ ضروریہ سے ہیں۔ بہتر ہوتا کہ مجلس علماے اہلِ سُنّت بریلی کے چیدہ اشخاص سے مباہلہ کر لیتے تو قطعی فیصلہ ہوتا، ورنہ مَیں خود ہر حال مستعد ہوں۔

مولوی حکیم ایوب پھلواروی صاحب ''قول الفاصل'' برادر خورد مولوی شاہ سلیمان رکن اعظم ندوہ:

تم لوگ (مخالفینِ ندوہ) کیا مباہلہ کریں گے۔ ان کے پیشوا و مقتدا مولوی عبدالقادر صاحب بدایونی تو لکھنؤ میں مباہلہ و مناظرہ سے بھاگ نکلے۔(۱)

محمد عبدالوحید: جناب! اثناے گفتگو میں آپ کو (مولوی حکیم ایوب صاحب پھلواروی) بے وجہ خلافِ کلام کرنے کا کیا حق ہے۔ یہ بات آدابِ گفتگو سے بعید ہے۔ رہا اعتراض، بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔ خدا کی شان! آپ برعکس واقعہ لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں اور علماے حقانی کی منقصت فرماتے ہیں۔ جنابِ من! مَیں اس قصّے سے بخوبی واقف ہوں۔ اعلیٰ حضرت امام اہلِ سُنّت تاج الفحول محبّ الرسول مولانا شاہ محمد عبدالقادر صاحب قادری بدایونی قبلہ مدظلہ کے مقابلے میں اراکینِ ندوہ کو لکھنؤ میں تابِ مقاومت نہ ہوئی اور لکھنؤ میں مباہلہ و مناظرہ سے

(۲) جہازی سائز پر ۲۰ رصفحے کا یہ رسالہ محض ایک دن پہلی جمادی الآخرہ ۱۳۱۲ھ کو بروز جمعہ لکھا گیا ہے، امام احمد رضا نے اس میں پچاس کتابوں کے ساتھ حوالے پیش کیے ہیں، پہلی اشاعت ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ کی ہے، جو سامنے ہے، فتاویٰ رضویہ مع تخریج وتبرا، جلد ۱۵، طبع لاہور میں بھی یہ رسالہ شامل ہے۔ (شمس مصباحی)

جان بچا کر پھلواری اور دربھنگہ بھاگے۔

میر نور الحسنین صاحب: وحید میاں آپ کس کس سے اُلجھیں گے؟ بھائی سلیمان صاحب کی باتوں کا جواب دیجیے۔

محمد عبدالوحید: جو مخالف حق کلام کرے اس کا جواب دینا ضروری ہے۔ حسب الحکم ساکت رہتا ہوں، لوگوں کو بھی سمجھا دیجیے۔

شاہ سلیمان: مباہلہ ضرور مفید ہے۔ امر حق واضح ہو جائے گا۔ دوسرے الزام میرے سر سے دفع ہو جائے گا۔ کیوں ولی عالم صاحب (رئیس پھلواری والد منشی علی اسلم صاحب تائید الندوہ) اور بھائی نور الحسنین صاحب (رئیس پٹنہ) آپ ہمیں بد مذہب نہ سمجھیں۔ چاہے دنیا بھر مجھے گمراہ کہے، مجھے اس کی مطلق پرواہ نہیں۔

محمد عبدالوحید: اگر آپ کا ایسا خیال ہے کہ مباہلہ سے حق و ناحق کھل جائے گا تو یہ احقر البریہ محمد عبدالوحید غلام صدیق حنفی الفردوسی منتظم ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ آپ (مولوی شاہ سلیمان صاحب پھلواروی رکن اعظم ندوہ) سے مباہلہ کو تیار ہے۔ بسم اللہ! آپ بھی ہمت فرمائیے۔

مولوی عبدالرحمٰن نقاہی: آخر مباہلہ کس امر پر ہوگا اس کا بھی تصفیہ ضروری ہے۔

میر نور الحسنین صاحب: کاغذ، قلم اور دوات منگوائیے، تحریری گفتگو اچھی ہوتی ہے۔

---

(۱) شاہ سلیمان نے اپنی ایک تقریر بمقام بریلی بتاریخ شوال ۱۳۱۳ھ میں ابن ملجم شقی کو حضرت علی حیدر کرار کا بھائی اور یزید پلید کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کا بھائی کہا تھا، اس مکالمہ کا اشارہ اسی طرف ہے۔ (بحوالہ اشتہارات خمسہ، مطبوعہ بریلی ۱۳۱۳ھ ص ۶)

---

(۱) مولانا ایوب پھلواروی کا یہ بیان خلاف واقعہ ہے، مولانا موصوف اور ان کے بھائی شاہ سلیمان

شاہ سلیمان: مولوی ایوب صاحب (برادرِ خورد ممدوح) دوات و قلم و کاغذ لائیے اور بہت جلد لائیے۔ (چنانچہ مولوی ایوب صاحب لے آئے)

مولوی شاہ سلیمان صاحب پھلواروی رکن اعظم ندوہ نے کاغذ پر عبارت ذیل (نقل بالمعنی) تحریر فرمائی:

> ''کہ محمد سلیمان پھلواروی بمقام مزار مبارک حضرت مخدوم الملک رحمہ اللہ اس امر پر قاضی عبدالوحید صاحب سے مباہلہ کرتا ہوں کہ مَیں سُنّی ہوں، بوجہ شرکتِ ندوہ مَیں بد مذہب نہیں ہوگیا۔ اگر یہ قول میرا صحیح ہو تو میرے فریق پر غضب الٰہی نازل ہو، ورنہ بالعکس مجھ پر۔ اس طرح مَیں مناظرہ کرنے کو قاضی عبدالوحید صاحب یا شاہ امین احمد صاحب یا مولوی عبدالقادر صاحب یا مولوی احمد رضا خان صاحب یا کسی اور سر برآوردہ عالم مخالفِ ندوہ سے موجود ہوں۔''

میر نورالحسنین صاحب: حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب یا مولانا مولوی احمد رضا خان صاحب کی یہاں کیا ضرورت ہے؟ آپ بھی اپنے ندوہ سے مولوی لطف اللہ صاحب صدر اور مولوی محمد علی صاحب ناظم کو بلوائیے تو پھر ہم بھی ان دونوں حضرات کو تکلیف دیں گے۔ ورنہ یہاں تو بھائی سلیمان صاحب! آپ کے مقابلے میں وحید میاں مباہلہ و مناظرہ کو کافی ہیں۔ مباہلہ شروع ہو، مجمع کو بھی بڑی تمنا ہے کہ کسی طرح بھی یہ جھگڑا چوکے۔

شاہ سلیمان: قاضی وحید صاحب! یہ کاغذ لیجیے، آپ اس پر وہی عبارت مباہلہ و مناظرہ ارقام کیجیے۔

محمد عبدالوحید: بہتر، مگر پہلے مباہلہ کر لیجیے پھر مناظرہ ہوگا۔ میں مباہلہ کو
پھلواروی سے تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی سے ۱۵ جمادی الآخرہ ۱۳۱۶ھ کو رودولی شریف
خانقاہ مخدوم عبدالحق میں ... ندوہ کے بارے میں جو واقعات

شاہ سلیمان: مَیں تو بہار شریف میں مزار مبارک پر مباہلہ کروں گا۔

محمد عبدالوحید: جناب! بہار شریف بہت دور ہے، ہم اور آپ یہاں موجود ہیں، حاضرین جلسہ بھی متمنی ہیں، بہتر ہو کہ یہیں مباہلہ ہو جائے، ورنہ جیسی مرضیِ سامی، مَیں بہر صورت مستعد ہوں۔ جناب شاہ بدرالدین صاحب زیب سجادہ قبلہ مدظلہ کے مواجہہ میں اسی جگہ بلکہ مزار مبارک حضرت پیر مجیب قدس سرہ العزیز پر مباہلہ ہو جائے تو کیا خوب بات ہے۔

شاہ سلیمان: بہار شریف ہی میں مباہلہ کروں گا، یہاں شرائطِ مباہلہ مفقود ہیں۔

مولوی شمس الدین آروی: بے شک تعمیل آیت کریمہ "ندع ابناء نا و ابناء کم" کی ضرورت ہے۔

شاہ سلیمان: میرے اہل وعیال یہاں موجود ہیں، آپ کے نہیں، پھر مباہلہ کیوں کر ہو؟

محمد عبدالوحید: پھر بہار شریف میں میرے اہل وعیال کیوں کر آ سکیں گے؟ بلکہ پھلواری میں انہیں طلب کرنا، بہار شریف لے جانے سے کہیں آسان ہے، مگر اس کی حاجت ہی کیا؟ ہم میں، آپ میں مباہلہ ہونا چاہیے، ان شاء اللہ امرِ حق منکشف ہو جائے گا۔ موجودگیِ ابناو نسا میں افضلیت ہوتی، نہ کہ مباہلہ باہمی ہوتا ہی نہیں۔ بسم اللہ! یہیں مباہلہ فرمائیے۔

شاہ سلیمان: آپ کے اہل وعیال بھی ہیں یا نہیں؟

محمد عبدالوحید: بحمد اللہ! مَیں صاحبِ اہل وعیال ہوں۔ پھر اس سے اس کو کیا مناسبت ہے۔ اُٹھیے، مزار شریف حضرت پیر مجیب علیہ الرحمہ (مقام مکالمہ سے چند قدم کے فاصلے پر ہے) پر یہاں مباہلہ کر لیجیے

رونما ہوئے وہ بتاتے ہیں کہ اراکین ندوہ لیت و لعل کرتے رہے، کوئی بہتر صورت [illegible] اور کوئی
شاہ صاحب سلیمان [illegible] ادھر ہو گئے [illegible] فرنگی محل میں رہے، ندوہ

محمد عبدالوحید: دیکھیے! اب اطمینان میسر آئے اور پھر موقع نصیب ہو۔ صاحبو! مَیں بہار شریف میں بھی مباہلہ کو موجود اور یہاں پر بھی حاضر ہوں۔ اب مولوی شاہ سلیمان صاحب رکن اعظم ندوہ کو اختیار ہے۔ مجھ پر الزام نہیں ہوسکتا۔

(مولوی عبدالرحمٰن صاحب خانقاہی اور میر نورالحسنین صاحب رئیس پٹنہ سے مخاطب ہوکر) جناب! آپ حضرات محرک مصالحہ تھے۔ اب منصفانہ ملاحظہ کیجیے کہ احقر البریہ محمد عبدالوحید سُنّی الحنفی الفردوسی منتظم ''تحفۂ حنفیہ'' حسب استدعا فریق ثانی اپنے اور نیز حسب ہدایت آپ صاحبوں کے مباہلہ کو مستعد ہے۔ مجھ پر عار فرار عائد نہیں ہوسکتا۔

شاہ سلیمان: سکوت۔ گاہے وہی جواب کہ جب فراغت نصیب ہو۔ بہار شریف میں مباہلہ کروں گا۔

(حاضرینِ جلسہ سے مخاطب ہوکر) صاحبو! یہ احقر البریہ محمد عبدالوحید سُنّی الحنفی الفردوسی منتظم ''تحفۂ حنفیہ'' مولوی شاہ سلیمان پھلواروی رکن اعظم ندوہ سے مباہلہ کو آمادہ ہے۔ آپ حضرات اس کے شاہد ہیں کہ مجھے کچھ عذر نہیں۔ اب فریقِ ثانی کو اختیار ہے۔ مَیں بحمد اللہ! الزام سے پاک ہوں، اتمامِ حجت کر چکا۔

(چنانچہ اسی کلام کا مَیں نے اعادہ کیا)

مولوی عبدالرحمٰن صاحب: بے شک آپ مستعد ہیں، مگر شق ثانی یعنی مناظرہ میں آپ کو کیا تأمل ہے۔

شاہ سلیمان: بے شک مناظرہ ہونا چاہیے۔ [overprinted] کا مولوی رکن سامنے نہ آیا، بالآخر وہ شاہجہاں پور ہوتے ہوئے بدایوں تشریف لے گئے۔ تفصیل ملاحظہ ہو ... طلسم کشائے ... بفضلہ تعالیٰ ... مجھے ... میں ... نہیں، مگر پھر وہی التماس سابق

ہے کہ مَیں اپنی جماعت کا ایک معمولی شخص ہوں اور آپ اربابِ حل وعقد ندوہ سے ہیں۔ مجلس علماے اہلِ سُنّت بریلی سے مناظرہ فرمایئے تو پھر نزاع ہی مرتفع ہو جائے، آپ سے تو شخصی بات ہوگی۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب: بے شک مَیں اس کا مشتاق ہوکر درمیان میں پڑا، مولوی عبدالوحید صاحب ضرور اپنی جماعت کے ایک کمترین شخص ہیں، گوانہیں برا معلوم ہو، مگر مولوی عبدالوحید صاحب معاف کریں۔ ہاں! مولوی شاہ سلیمان صاحب! مولوی عبدالوحید کا قول نہایت درست ہے۔

محمد عبدالوحید: امرحق میں ملال کیوں ہونے لگا؟ مَیں تو خود کہہ رہا ہوں کہ مَیں ایک معمولی شخص کم استعداد آدمی ہوں۔

شاہ سلیمان: پھر آپ کو مجھ سے مناظرہ میں کیا تأمل ہوسکتا ہے؟ مَیں ندوہ کو حق پر سمجھتا ہوں۔

محمد عبدالوحید: مجھے بھی آپ سے مناظرہ کرنے میں تأمل نہیں ہے۔ آپ اپنی تحریر میں یہ لفظ بڑھا دیجیے کہ ندوہ کی جانب سے گفتگو ہوگی۔ میری شکست بعینہٖ اس کی شکست قرار پائے گی۔

شاہ سلیمان: مَیں خود گفتگو کرتا ہوں۔ ان کا بار مَیں کیوں اُٹھاؤں۔ علاوہ بریں ندوہ مناظرہ نہیں کرنا چاہتا۔

محمد عبدالوحید: بہتر، یہی سہی۔ مَیں بھی اپنی جماعت کی طرف سے گفتگو نہ کروں گا۔ شخصی گفتگو رہے گی، مگر جب ندوہ مناظرہ ہی نہیں کرتا، بلکہ مناظرہ اس کے نزدیک خودکشی ونفسانیت فی الدین اور سر پھٹول کا نام ہے، پھر آپ کس اصول پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ یہ مخالفت ندوہ ہوجائے گی اور فعل حرام کا ارتکاب ہوگا۔

شاہ سلیمان: یہ ندوہ کا خیال ہے، مَیں اسی مناظرہ میں مصلحت سمجھتا ہوں۔

محمد عبدالوحید: آپ کو تقلید ندوہ لازم ہے، اس کی مصلحت آپ کی مصلحت پر مقدم ہے۔ پہلے ندوہ سے اس غلطی کا اعلان کرا دیجیے کہ مناظرہ (احقاقِ حق) کرنا بے شک عمدہ ہے۔ امرحق اس سے واضح ہو جاتا ہے۔ مخالفینِ ندوہ کا ایک اعتراض منجملہ اوراعتراضات کے یہ بھی ہے کہ ندوہ مناظرہ کو حرام ٹھہراتا ہے۔

شاہ سلیمان: مولوی عبدالرحمٰن صاحب! پھراس گفتگو میں حَکَم کون قرار پائے گا؟

محمد عبدالوحید: جسے آپ کا جی چاہے، حَکَم قرار دیجیے۔ خود مذہب اہلِ سُنّت و الجماعت کی مسلم الثبوت کتابیں حَکَم قرار دی جائیں اور حضرت شاہ بدرالدین صاحب قبلہ زیب سجادہ قبلہ مدظلہ بھی منصف بنائے جائیں تو شاید کسی کو بھی اس کے قبول میں انکار نہ ہو اوران کا فیصلہ معتبر سمجھا جائے۔

شاہ سلیمان: میں مشائخ کو حَکَم بنانا نہیں چاہتا۔ کوئی عالم ہونا چاہیے۔

محمد عبدالوحید: قصور معاف! پھر حضرت شاہ امین احمد صاحب بہاری قبلہ مدظلہ کے مواجہہ میں مباہلہ کی کیا ضرورت تھی؟ بہرحال مناظرہ کو مستعد ہو جایئے۔

شاہ سلیمان: کوئی تاریخ مقرر ہونی چاہیے اوراطمینان سے مناظرہ ہو۔

مولوی عبدالوحید: مطلق کلام کو مقید کرنے کا کیا فائدہ؟ بسم اللہ! اس جگہ مناظرہ ہو جائے، ہم موجود ہیں۔

شاہ سلیمان: نہیں، کوئی دن مقرر ہو اور مناظرہ ہو، اس کے لیے فراغت درکار ہے۔

محمد عبدالوحید: مجھے ہر طرح مستعد سمجھیے۔ مگراس مقام پر مناظرہ کرنے کا اور ہی لطف تھا۔ سب لوگ موجود ہیں، شاید یہ موقع پھر ہاتھ نہ آئے۔

دیکھیے، مَیں شخصی طور پر بھی آپ سے مناظرہ کو تیار ہوں، الزام نہ دیجیے گا آئندہ آپ کو اختیار ہے۔

شاہ سلیمان: نہیں، بعد اطمینان طرفین مناظرہ ہونا چاہیے، ہم سے آپ سے دوستانہ باتیں ہونی چاہئیں۔ مَیں آپ کے گھر بار بار آنے کا قصد کرتا تھا، مگر کئی وجہوں سے نہ آ سکا۔

محمد عبدالوحید: جناب کا میرے غریب خانہ تشریف لانا، میرے لیے باعثِ اعزاز ہے، آپ خود تشریف لائیں۔

رواق منظرِ چشم من آشیانۂ تست
کرم نما وفرود آ کہ خانہ خانۂ تست

مگر افسوس! بات کا کچھ فیصلہ نہ ہوا۔ بہرحال ہم منتظر ہیں، خدا بہ ہمہ وجوہ اطمینان نصیب کرے۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب: مَیں جانتا ہوں، افسوس! بات طے نہ ہوئی، کیوں مولوی شاہ سلیمان صاحب! آپ کیوں رفع نزاع نہیں فرماتے؟

محمد عبدالوحید: صاحبو! مَیں مناظرہ کو تیار ہوں، آئندہ مجھے کوئی الزام نہ دیں۔

(حاضرینِ جلسہ کے سامنے تین بار اس کلام کا اعلان کیا گیا)

مولوی عبدالرحمٰن صاحب: آپ ذرا اور تشریف رکھیں اور میری التماس سنیں کہ جب ارشاد جناب ''میں بہر نوع مباہلہ ومناظرہ آمادہ ہوں'' مگر دیکھیے فریق ثانی کو کب تک فراغت خاطر نصیب ہو۔

مولوی عبدالرحمٰن: مجھے بھی اس کا افسوس ہے کہ میری کوشش بے کار ہوئی۔

محمد عبدالوحید: میر نورالحسنین صاحب! بسم اللہ! اب رخصت ہوا جائے، بیٹھنے کا فائدہ نہیں۔

شاہ سلیمان: قاضی عبدالرحیم صاحب! ذرا اور تشریف رکھیے۔ چائے اور پان

آنے دیجیے، کچھ لکھا کیجیے تو مجھ سے پوچھ بھی لیا تو کیجیے۔

محمد عبدالوحید: بہتر، میں بیٹھ جاتا ہوں، ابتدا ندوہ میں تین سال تک خواست گاری اصلاحِ ندوہ کی گئی، مگر مسموع نہ ہوا۔ پھر اب کیا امید ہے؟

اس کے بعد اِدھر اُدھر کی باتیں رہیں، پھر مَیں بہ معیت میر نورالحسنین صاحب رئیس پٹنہ اپنی فرودگاہ پر آیا۔ افسوس! اتنے ردّ وقدح پر بھی اصل بات کا جواب نہ ہوا۔ رب العالمین ندوہ کو صراطِ مستقیم مذہب اہلِ سُنّت پر قائم فرمائے اور اس کے اراکین کو ہدایت دے کر مفاسدِ ندوہ دور فرمائے۔

خادم اہلِ سُنّت

محمد عبدالوحید غلام صدیق الحنفی الفردوسی

استدراک

(تینوں بحثوں کا حقیقی رخ)

پہلی بحث

پہلی بحث جو علمِ غیب سے متعلق گزری۔ اس سے یہ سمجھنا کہ اس کا راست تعلق امام احمد رضا بریلوی (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء-۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) سے ہے، انتہائی غلط ہوگا اور برصغیر کی مذہبی تاریخ سے بے خبری کی دلیل ہوگی۔ بلکہ اس کا سررشتہ دور ذرا دور سے جڑا ہوا ہے۔

اس علمی اختلاف کا پہلا سبب ہے مولانا اسمٰعیل دہلوی (۱۱۹۳ھ-۱۲۴۶ھ) کی انوکھی ''تقویۃ الایمان'' کی تالیف ہے، ۱۵ر محرم ۱۲۴۰ھ اور دوسرا سبب ہے مولانا امیر احمد سہوانی (۱۲۶۲ھ/۱۸۴۵ء-۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء) کا نظریہ شش مثل، مولانا سہوانی کے نظریہ کی دلیل تھی اثر ابن عباس، حالاں کہ یہ اثر محدثین وفقہا کے نزدیک ناقابل قبول ہے۔

یعنی مولانا سہوانی زمین کے اور چھ طبقوں میں چھ نبی وخاتم النبیین کے قائل تھے۔ اس دور میں جو علمی وروحانی مراکز تھے، مثلاً دہلی، خیرآباد، آگرہ، لکھنؤ، بدایوں اور بریلی، ان مراکز کے جو سرکردہ علما اور روحانی پیشوا تھے، وہ بیک زبان سب کے سب اس نظریے کو غلط قرار دیتے تھے۔ چنانچہ ۱۲۸۲ھ/۱۸۷۱ء میں اس نظریے کے ثبوت و بطلان پر بمقام قصبہ شیخوپور ضلع بدایوں مناظرہ ہوا۔ تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی (۱۲۵۳ھ-۱۳۱۲ھ/۱۹۰۱ء) نظریہ شش مثل کے مخالف ومعترض تھے۔ مولانا بدایونی کی طاقتور دلیلوں نے مولانا سہسوانی کی زبان پر قفل چڑھا دیا۔

مولانا نذیر احمد سہسوانی (۱۲۵۳ھ/۱۹۰۱ء) نے اس مناظرہ کی مفصل کیفیت ''مناظرۂ احمدیہ'' کے نام سے ترتیب دی اور شائع کرائی۔ مولانا احسن نانوتوی (م: ۱۳۱۲ھ/۱۸۹۵ء) ان دنوں بریلی ہوا کرتے تھے۔ وہاں ان کا پریس ''مطبع

صدیقی'' کے نام سے جاری تھا۔ اس مسئلہ میں مولانا نانوتوی، مولانا امیر احمد سہسوانی کے حامی تھے اور مرتب مناظرہ احمدیہ بھی مولانا نانوتوی کے خاص اصحاب میں تھے۔

خاتم المحققین مولانا نقی علی خان بریلوی (۱۲۴۶ھ/۱۸۳۰ء-۱۲۹۷ھ) والد ماجد امام احمد رضا بریلوی (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء-۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) بریلی میں ممتاز علمی اور با اثر روحانی شخصیت کے مالک تھے۔ مولانا بریلوی اس قضیے میں مولانا بدایونی کے ہم زبان تھے۔ اثر ابن عباس اور زیر بحث موضوع کو سمجھنے کے لیے ذیل کی کتابوں کا مطالعہ ناگزیر ہے:

۱)	الکلام الاحسن	مولانا ہدایت علی
۲)	تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال	مولانا حافظ بخش آنولوی
۳)	قول الفصیح	مولانا فصیح الدین بدایونی
۴)	افادات صمدیہ	مولانا عبد الصمد سہسوانی
۵)	کشف الالتباس فی اثر ابن عباس	
۶)	قسطاط فی موازنۃ اثر ابن عباس(۱)	

برصغیر میں مذہبی آزاد خیالی کا دور ۱۲۴۰ھ سے شروع ہوا، ۱۵ محرم کی کیا ہی وہ تاریخ تھی کہ ''تقویۃ الایمان'' جیسی قہر آلود کتاب تالیف ہو کر سامنے آئی۔ جس نے قومِ مسلم کے ایمان پر واقعی قہر ڈھایا اور مسلم اتحاد کرچی کرچی ہو کر رہ گیا۔ اس کتاب کی حیثیت مذہبی کم، سیاسی زیادہ تھی۔ یہ مقامِ تفصیل کا متحمل نہیں، مولانا شاہ ابو الحسن زید فاروقی دہلوی کی بے تعصب تحریر ملاحظہ ہو، آپ تحریر فرماتے ہیں:

> ''حضرت مجدد (الف ثانی) کے زمانہ سے ۱۲۴۰ھ تک ہندوستان کے مسلمان دو فرقوں میں بٹے رہے، ایک اہلِ سُنّت و جماعت، دوسرے شیعہ۔ اب مولانا اسماعیل دہلوی کا ظہور ہوا، وہ شاہ ولی

اللہ کے پوتے اور عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر کے بھتیجے تھے۔ اُن کا میلان محمد بن عبدالوہاب نجدی کی طرف ہوا اور نجدی کا رسالہ ''ردالاستدراک'' ان کی نظر سے گزرا اور انہوں نے اردو میں ''تقویۃ الایمان'' لکھی۔ اس کتاب سے مذہبی آزاد خیالی کا دور شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہلِ حدیث کہلایا، کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔ ائمۂ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا، وہ ختم ہوا۔ معمولی نوشت و خواند کے افراد امام بننے لگے اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہِ نبوت کی تعظیم و احترام میں تقصیرات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ یہ ساری قباحتیں ماہِ ربیع الآخر ١٢٤٠ھ کے بعد سے ظاہر ہونی شروع ہوئی ہیں۔ اس وقت کے تمام جلیل القدر علما کا دہلی کی جامع مسجد میں اجتماع ہوا اور ان حضرات نے باتفاق اس کتاب کو ردّ کر دیا۔'' (١)

ایک حوالہ اور دیکھیں ڈاکٹر جمال الدین اسلم مارہروی شعبۂ تاریخ و ثقافت جامعہ ملّیہ دہلی میں پروفیسر رہ چکے ہیں، اُن کا بیان یہ ہے:

''دراصل انیسویں صدی سے ہی نظریاتی بنیادوں پر علما مختلف مکاتب میں تقسیم ہونا شروع ہوگئے تھے اور مسلم معاشرہ بھی ان کی پیروی میں متعدد خیموں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ صدیوں تک ''ہدایہ'' ہندوستانی مسلمانوں کو راہِ ہدایت دکھاتی رہی، لیکن ''نجد'' میں تصنیف کی ہوئی کتاب وسُنّت کی ایک نئی تعبیر ''التوحید'' کو انیسویں

صدی میں ہندوستان در آمد کیا گیا، جس کا اردو ترجمہ ''تقویۃ الایمان'' نفاق کا باعث بنا، شاہ اسماعیل دہلوی کی کتاب ''تقویۃ الایمان'' کی اشاعت سے پہلے ہندوستانی مسلمان صرف دو گروہوں میں منقسم تھے، اہلِ سُنّت اور اہل تشیع۔ ان میں اوّل الذکر کی آبادی کثیر تھی، لیکن ''تقویۃ الایمان'' کے بعد اختلافات کا ایسا سلسلہ شروع ہوا کہ سوادِ اعظم اہلِ سُنّت سے نکل نکل کر لوگ مختلف خیموں میں داخل ہونے لگے اور اس طرح سوادِ اعظم کا شیرازہ منتشر ہو گیا۔'' (۱)

منقولہ دونوں اقتباس کا ہدف ''تقویۃ الایمان'' ہے اور ''تقویۃ الایمان'' کا ماخذ محمد بن عبدالوہاب نجدی (۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ء-۱۲۰۶/۹۲-۱۷ء) کا رسالہ ''الاشتراک'' اور ''کتاب التوحید'' ہے۔

''کتاب التوحید'' اور ''تقویۃ الایمان'' میں قدر اشتراک کی ایک اور قوی ترین شہادت بھی ملاحظہ ہو۔ یہ شہادت مولانا اسمٰعیل کے حقیقی چچا زاد بھائی مولانا شاہ مخصوص اللہ دہلوی کی ہے، جو انھوں نے شاہ فضلِ رسول بدایونی (۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء-۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ء) کے ایک مکتوب کے جواب میں لکھا ہے۔ شاہ بدایونی نے اپنے خط میں سات باتیں پوچھی ہیں، شاہ مخصوص اللہ پہلے، تیسرے اور چوتھے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

☆ اسمٰعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا کہ تمام انبیا اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے۔

☆ اس کا رسالہ عمل نامہ بُرائی اور بگاڑ کا ہے اور بنانے والا فتنہ گر اور مفسد اور غادی ومغوی ہے۔

☆ وہابی کا رسالہ متن تھا، یہ شخص (اسمٰعیل دہلوی) گویا اس کی شرح کرنے والا ہو گیا(۱)
پورا خط اس بحث کے اخیر میں معائنہ کریں۔

شاہ ابوالحسن زید فاروقی اسلام شاہ ابوالخیر نقشبندی دہلوی کے نامور فرزند تھے۔ دہلی میں پیدا ہوئے، وہیں تعلیم پائی، چار سال جامع از ہر مصر میں رہے اور امتیازی پوزیشن حاصل کی، وہ غیر متنازع علمی شخصیت کے مالک گوشہ نشین بزرگ تھے۔ انہوں نے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور مولانا اسمٰعیل دہلوی کی سیرت، حالات اور کتابوں کا نگاہِ تحقیق سے مطالعہ کیا ہے اور دونوں سے اپنی شدید نفرتوں کا اظہار کیا ہے۔ بعد مطالعہ وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ ''تقویۃ الایمان'' میں انہیں وہابیت کے اثرات نظر آئے اور تقویۃ الایمان میں جو کچھ ہے وہ رسالہ ''ردالاشراک'' سے لیا گیا ہے۔ اُن کا یہ موازنہ و تجزیہ بڑا قیمتی ہے، مَیں اسے یہاں نقل کرتا ہوں۔ لکھا ہے:

تقویۃ الایمان کی حقیقت:

میرے سامنے ''تقویۃ الایمان'' کا وہ نسخہ جس کو ماہ شوال ۱۲۷۰ھ میں حاجی محمد قطب الدین نے سید محمد عنایت اللہ کے اہتمام سے ''مطبع صدیقی'' واقع شاہ جہاں آباد دہلی میں طبع کرایا ہے، اس کے نوے صفحات ہیں اور حاشیہ پر میر محبوب علی(۲) کی تشریحات ہیں اور ترتیب اس طرح ہے:

ابتدا بسم اللہ سے۔ پھر حمد و صلوٰۃ اور دعائے نیک توفیق، پھر چار صفحات کا دیباچہ ہے، اس دیباچے میں دو آیاتِ مبارکہ سے استدلال ہے اور دیباچے کے آخر میں لکھا ہے: اس رسالہ کا نام ''تقویۃ الایمان'' رکھا اور اس میں دو باب ٹھہرائے۔ پہلے باب میں بیانِ توحید کا اور برائی شرک کی اور دوسرے باب میں اتباع سُنّت کا اور برائی

بدعت کی۔ پھر باب پہلا توحید و شرک کے بیان میں ہے، اس میں چھ آیات سے استدلال ہے۔ پھر 'الفصل الاوّل فی الاجتناب عن الاشراک' ہے، اس میں تین آیات سے استدلال ہے۔ پھر الفصل الثانی فی ذکر ردّ الاشراک فی العلم ہے، اس میں پانچ آیات سے استدلال ہے۔ پھر الفصل الثالث فی ذکر ردالاشراک فی التصرف ہے، اس میں پانچ آیات سے استدلال ہے۔ پھر الفصل الرابع فی ذکر ردالاشراک فی العبادۃ ہے، اس میں چھ آیات سے استدلال ہے۔ پھر الفصل الخامس فی ذکر ردالاشراک فی العادۃ ہے، اس میں چھ آیات سے استدلال ہے۔

کل تینتیس (۳۳) آیاتِ مبارکہ سے استدلال کیا گیا ہے، اس میں دو آیتیں دیباچے میں اور اکتیس (۳۱) پانچ فصلوں میں ہیں۔

وہابی کا رسالہ:

یہ وہ مختصر رسالہ ہے جو طائف سے اہلِ مکّہ کو جمعہ ۷ محرم ۱۲۲۱ھ کو پہنچا ہے اور اسی دن بیت اللہ شریف کے دروازے کے سامنے بیٹھ کر وہاں کے علمائے کرام نے اس کا ردّ لکھا۔ اس رسالے کی کیفیت اس طرح ہے کہ شروع میں نہ بسم اللہ اور نہ حمد وصلوٰۃ، ابتدا اس طرح ہے:

اما بعد فهذا تفصيل لما اجمله و تلخيص لما فصل المولى المستطاب امير المومنين امام الموحدين

(۱) ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ، انفاس العارفین اردو، اسلامک بک فاؤنڈیشن سمن آباد لاہور، ۱۹۷۸ء، ص ۲۰

(۱) ابوالحسن زید فاروقی، مولانا، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، شاہ ابوالخیر اکیڈمی، دہلی، ۱۹۸۴ء، ص ۱۰۔۹

(۱) جمال الدین اسلم، ڈاکٹر، برطانوی راج میں مذہب اور سیاست، حرا پبلیکیشنز، نور نگر، دہلی،

الشیخ عبدالوھاب طوبی له و حسن باب اقتصرناه من کتابنا الکبیر لتسھیل الضبط علی کل قاری من الکبیر و الصغیر مرتب علی ما بین الباب الاوّل فی رد الشرک و الباب الثانی فی رد البدعة. الباب الاوّل فی رد الشرک و فیه خمسة فصول۔

پھر پانچ فصول اس نام اور ترتیب سے ہیں:

الفصل الاوّل فی تحقیق الشرک و تقبیحه و تغمیسه اور اس میں سات آیات ہیں۔

الفصل الثانی فی ردالاشراک فی العلم اور اس میں چھ آیات ہیں۔

الفصل الثالث فی رد الاشراک فی التصرف اور اس میں چھ آیات ہیں۔

الفصل الرابع فی رد الاشراک فی العبادة اور اس میں پانچ آیات ہیں۔

الفصل الخامس فی رد الاشراک فی العادة اور اس میں تین آیات ہیں۔

بہ حساب شمار کے یہ ۲۷/آیات ہوئیں، چوں کہ پہلی فصل کی دوسری آیت کا آخری حصہ تیسری فصل میں چھٹی آیت ہے، اس لیے اس رسالے میں کل ۲۶/آیتیں ہوئیں۔ پہلی فصل میں نجدی نے اس عبارت سے ابتدا کی ہے:

"اعلموا ان الشرک قد شاع فی ھذا الزمان و ذاع و الامر اٰل الی ما وعد الله و قال: و ما یومن اکثرھم بالله الا وھم مشرکون."

جان لو! کہ اس زمانہ میں شرک بہت شائع اور پھیل گیا ہے اور کیفیت وہ ہوگئی ہے جس کا بیان اللہ نے کیا ہے اور کہا ہے اور یقین نہیں لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ شریک بھی کرتے ہیں۔ ۱۹۹۴ء ص

اور دوسری فصل "فی رد الاشراک فی العلم" کے آخر میں لکھا ہے:

’’ہماری بڑی کتاب ’التوحید‘ اور اس کی فصلوں میں زیادہ بیان ہے‘‘

اور پانچویں فصل کے آخر میں درج ذیل عبارت لکھی ہے اور اس عبارت پر رسالے کو ختم کیا ہے:

’’هذا اٰخر ما اردنا فی باب الشرک ههنا و فيه كفاية و من نشأ زيادة تفصيل فليرجع الى كتابنا الكبير و الفصول و رسائل منفردة لاهل ملتنا من الموحدين و كل ما ذكرنا من افراد الاقسام الاربعة شرک اكبر يجب النهى عنه و القتال عليه حلا و حرما كما قاتل محمد اهل مكة فان مشركى زمانه كانوا اخف شركا من مومنى هذا الزمان لان اولئک كانوا يخلصون لله فى الشدائد و هؤلاء يدعون نبيهم و مشائخهم فى الشدائد و لا تغتر بشيوع اقسام الشرک فى الحجاز فان اصل الشرک كان فى اٰبائهم فرجعوا الى دين اٰبائهم كما نص عليه النبى صلى الله عليه وسلم فى حديث مسلم عن عائشة و اما سائر المعاصى فيجب فيها اجراء الحدود و التعزيرات كما ورد فى الشرع خلا البدعات فانها تبع للشرک الاكبر و يتلوا هذا الباب باب البدعة.‘‘

’’اور باب شرک کا اس جگہ یہ آخری بیان ہے اور اس میں کفایت ہے اور جو کوئی تفصیل کا طالب ہو، وہ ہماری بڑی کتاب اور فصول اور ان مستقل رسائل کی طرف رجوع کرے، جو ہماری ملت

(۱) فضل رسول بدایونی، شاہ، تحقیق الحقیقہ، [illegible] (بحوالہ مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان، مطبوعہ دہلی، ۱۹۸۴ء، ص ۱۰۲)

[illegible] بیان ہوا ہے وہ شرک اکبر ہے، اس سے روکنا واجب ہے اور

اس پر حل وحرم میں قتال کرنا ہے، جس طرح (حضرت) محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اہلِ مکہ سے قتال کیا۔ آپ کے زمان کے مشرک شرک میں ہلکے تھے، اس زمانے کے مومنوں سے، کیوں کہ وہ مشرک سختیوں میں اللہ سے اخلاص کرتے تھے اور یہ لوگ سختیوں میں اپنے نبی اور مشائخ کو پکارتے ہیں۔ اور حجاز میں جو شرک کے اقسام پھیل رہے ہیں، اس سے دھوکا نہ کھاؤ، کیوں کہ اصل شرک ان کے باپ دادا میں تھا اور وہ اپنے باپ دادا کے دین کی طرف پلٹے ہیں، جیسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف طور پر کہہ دیا ہے اور مسلم نے عائشہ سے روایت کی ہے اور باقی گناہوں میں حدود اور تعزیرات کا اجرا کرنا واجب ہے، سوائے بدعتوں کے، کیوں کہ وہ شرک اکبر کے تابع ہیں اور اس باب کے بعد بدعت ہے۔"

موازنہ:

اب تو وہابی کے "ردّ الاشراک" سے مولانا اسمٰعیل کی "تقویۃ الایمان" کا مقابلہ کیا جاتا ہے۔ مولانا اسمٰعیل نے ابتدا بسم اللہ سے کی ہے اور اردو میں حمد وصلوٰۃ لکھ کر تین صفحات کا دیباچہ لکھا ہے اور آخر میں یہ لکھا ہے:

"اس رسالہ کا نام 'تقویۃ الایمان' رکھا اور اس میں دو باب ٹھہرائے، پہلے باب میں بیانِ توحید کا اور برائی شرک کی۔ دوسرے باب میں اتباع سُنّت کا اور برائی بدعت کی۔ یہ باب پہلا توحید وشرک کے بیان میں، سننا چاہیے کہ شرک لوگوں میں بہت پھیل رہا ہے اور اصل توحید نایاب۔"

پھر آدھے صفحے کے بعد لکھا ہے:

(۲) میر محبوب علی، جامع ترمذی میں مولانا اسماعیل صاحب نے سورۂ یوسف میں [illegible] وہ سرگرم انصار میں سے ہیں، انہوں
نے تقویۃ الایمان کی شرح [illegible] نظرت فیہ من

کہ شرک کرتے ہیں۔‘‘

مولانا اسماعیل نے دیباچے میں دو آیتیں اور باب پہلے میں چھ آیتیں لکھی ہیں، پھر الفصل الاوّل فی الاجتناب عن الاشراک ہے اور اس میں پانچ آیتیں ہیں۔ پھر الفصل الثانی فی ذکر رد الاشراک فی العلم ہے اور اس میں تین آیتیں ہیں۔ پھر الفصل الثالث فی ذکر الاشراک فی التصرف ہے اور اس میں پانچ آیتیں ہیں۔ پھر الفصل الرابع فی ذکر الاشراک فی العبادۃ ہے اور اس میں چھ آیتیں ہیں۔

کل ۳۳/ آیتیں ہیں، ان میں سے ۲۲/ آیتیں نجدی کے رسالے سے لی ہیں اور گیارہ آیتیں آپ نے لکھی ہیں۔

’’نجدی‘‘ نے اپنے رسالے کے شروع میں لکھا ہے کہ یہ رسالہ دو ابواب پر مرتب ہے، پہلا باب ردِّ شرک میں اور دوسرا باب ردِّ بدعت میں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مولانا اسمٰعیل ’’تقویۃ الایمان‘‘ کے شروع میں لکھتے ہیں: اس میں دو باب ٹھہرائے، حالاں کہ موجود ایک ہی باب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ ۷/محرم ۱۲۲۱ھ کو جو رسالہ مکّہ مکرمہ بھیجا ہے، اس میں صرف ایک ہی باب ہے۔

مولانا اسمٰعیل نے ’’نجدی‘‘ کے رسالہ ’’ردّ الاشراک‘‘ کو ہر وجہ سے اپنایا ہے۔ ’’نجدی‘‘ نے لکھا ہے کہ یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے، آپ (مولانا اسمٰعیل) نے بھی دو باب ٹھہرانے کا بیان کیا۔ ’’نجدی‘‘ کی ۲۶/ منتخب کردہ آیات میں سے ۲۲/ آیات مبارکہ کو آپ (مولانا اسمٰعیل) نے لیا ہے۔

’’نجدی‘‘ نے جو نام فصول کے رکھے ہیں وہ نام آپ (مولانا اسمٰعیل) نے رکھے ہیں۔ ’’نجدی‘‘ نے جس آیت سے اور بیان سے آغاز کیا ہے، آپ (مولانا اسمٰعیل) نے اسی آیت اور بیان سے ابتدا کی ہے اور پھر آیاتِ شریفہ کے بیان میں ’’نجدی‘‘ کے بیان کا رنگ کہیں غالب، کہیں برابر اور کہیں کچھ کم ہوتا ہے۔‘‘(۱)

دعاء و وجوهها وغيرهما نظر الانصاف من غير العناد و الاعتساف وجدته حقه لا ياتيه الباطل من بين يديه و لا

نہ منجملہ ''ردّ الاشراک'' ہے، نہ بالکلیہ اس سے الگ ہے، بس یہ کہ دونوں میں ہمزاد کا رشتہ ضرور ہے۔ کریلا کیا کڑوا ہوتا ہے، پھر کہ وہ نیم چڑھا ہوا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ نجدی اور دہلوی کے رسالے بجز علمائے نجد دیوبند کے کسی عالم تو کیا کسی عام مسلمان کو پسند نہ آئے، درج ذیل کتب ورسائل نے جلتی پر تیل رکھ دیا۔ مثلاً

۱) صراط مستقیم

مولانا اسمٰعیل دہلوی، (۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء-۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) سال تصنیف ـــــہ

۲) رسالہ یکروزی

مولانا اسمٰعیل دہلوی، (۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء-۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) سال تصنیف ـــــہ

۳) چهارده مسائل

مولانا اسمٰعیل دہلوی، (۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء-۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء) سال تصنیف ـــــہ

۴) تحذیر الناس

مولانا قاسم نانوتوی، (/   ) سال تصنیف ـــــہ

۵) براهینِ قاطعه

مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، (۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء-۱۳۴۶ھ) سال تصنیف ۱۳۰۶ھ

۶) المهند علی المفنّد

مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، (۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء-۱۳۴۶ھ) سال تصنیف ـــــہ

۷) فتاویٰ رشیدیه

مولانا رشید احمد گنگوہی، (/   )

۸) حفظ الایمان

مولانا اشرف علی تھانوی، (-۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) سال تصنیف ـــــہ

۹) **بسط البنان**

مولانا اشرف علی تھانوی، (-۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) سالِ تصنیف ـــــہ

۱۰) **جهد المقل**

مولانا محمود الحسن دیوبندی، (-) سالِ تصنیف ـــــہ

ان جیسی اور کتابیں ہیں، جن سے نہ توحید کا رتبہ اپنی جگہ بحال رہ سکا، نہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شانِ رسالت محفوظ رہ سکی اور نہ ہی برصغیر کا مسلم اتحاد باقی و برقرار رہا۔ ان کتابوں اور ان کی عبارتوں کا مقصد کچھ اس طرح ہے:-

۱) خدا جھوٹ بول سکتا ہے۔ (رسالہ یکروزہ)

۲) خدا زمان و مکان سے پاک نہیں۔ (ایضاح الحق)

۳) خدا اپنی اولاد بنا سکتا ہے۔

۴) نبی کریم مر کر مٹی کے پیوند ہو گئے۔

۵) شیطان کا علم رسولِ کریم سے زیادہ ہے۔ (براہینِ قاطعہ)

۶) نبی اقدس کو اپنا وکیل و شفیع ماننا ابوجہل کے شرک کے برابر ہے۔ (تقویۃ الایمان)

۷) نماز میں نبیِ اقدس کا خیال کرنے سے نمازی مشرک ہو جاتا ہے۔ (صراط مستقیم)

۸) اُمتی عمل میں انبیا سے بڑھ جاتے ہیں۔ (تحذیر الناس)

۹) صحابۂ کرام کو کافر کہنے والا سُنّت و جماعت سے خارج نہیں ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ)

۱۰) ہر مخلوق اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان)

۱۱) انبیا گناہوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ (تصفیۃ العقائد)

۱۲) دوسرا نبی پیدا ہونے سے ہمارے نبی کے ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا ہے۔

(تحذیر الناس)

یہ اور ان جیسے اقوال و الفاظ سے مذکورہ کتابوں کے اوراق داغ دار ہیں، جو قرآنی نصوص، احادیثِ صحیحہ، اسلامی عقائد و مسلمات، ضروریاتِ دین اور اجماعِ

اُمت کے صریح خلاف ہیں۔اس لیے پوری اُمت تب سے اب تک بے چین ہے اور محققِ اکابرِ اُمت ان سے مناظرہ اوران کا ردّ کرتے چلے آرہے ہیں۔ ردّ و مناظرہ کا ایک جائزہ یہاں پیش کیا جاتا ہے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی:

جن کی طرف طائفۂ وہابیہ کی نسبت ہے،۱۱۱۱ھ/۱۶۹۹ءیا۱۱۱۵ھ/۱۷۰۳ءمیں پیدا ہوئے۔ مقامِ ولادت نجد کے مقام''عفیہ'' ہے۔ ۱۲۰۶ھ/۱۷۹۲ء میں وفات ہوئی۔مقامِ وفات علاقۂ نجد''درعیۃ'' ہے۔ان کے کتب ورسائل کی تعداد بارہ یا تیرہ بتائی جاتی ہے۔ اس میں ''اکناف التوحید'' اور رسالہ''دارالاشراک'' نمایاں ہے۔نجدی کی شخصیت اوراُن کی تالیفات جب سے اب تک باعثِ نزاع بنی ہوئی ہیں۔جب نجدی کا رسالہ مکّہ مکرمہ پہنچا تو اسی دن اوراسی وقت وہاں کے جلیل القدر مشائخ نے اس کا ردّ لکھا۔

مکّہ مکرمہ میں ردّالاشراک کا ردّ:

یہ رسالہ جمعہ ۷رمحرم ۱۲۲۱ھ کو چاشت کے وقت مکّہ مکرمہ پہنچا۔اسی وقت مکّہ مکرمہ کے مدیر (ترکی فوجی افسر ہوا کرتا تھا) نے مکّہ مکرمہ میں موجود تمام علماے کرام کو حرم شریف میں جمع کیا اوراحمد بن یونس الباعلوی کو مقرر کیا کہ علماے کرام اس کا جواب تحریر کریں۔ چنانچہ بیت اللہ شریف کے مبارک دروازے کے سامنے اجتماع ہوا اور نجدی رسالے کا کچھ حصہ پڑھا جاتا تھا اور پھر اس کا جواب لکھ دیا جاتا تھا۔عصر کی اذان تک اس سے فارغ ہوئے۔ زیادہ تر جوابات شیخ عمر عبدالرسول اور عقیل بن یحیٰ علوی نے لکھوائے ہیں اور کچھ جوابات شیخ عبدالملک اور حسین مغربی کے ہیں۔(۱)

جن علماے کرام نے نجدی کا شدید تعاقب کیا ہے،اُن کی تحریرات اوراقوال کا خلاصہ یہ ہے:

۱) محمد بن عبدالوہاب کا جزوی علم تھا اور غبی تھا۔
۲) وہ تقلید کو حرام کہتے تھے، اس سلسلے میں ایک رسالہ بھی ہے۔
۳) وہ خود ابن تیمیہ اور ابن قیم کے مقلد تھے۔
۴) انہوں نے کسی ماہر اور سمجھ دار استاذ سے نہیں پڑھا ہے۔
۵) وہ دنیا بھر کے مسلمانوں کو مشرک اور کافر قرار دیتے تھے۔
۶) وہ بے دریغ مسلمانوں کا خون بہاتے تھے۔
۷) مکروفریب سے بھی مسلمانوں کو قتل کرتے تھے۔
۸) مسلمانوں کا مال اور اسباب لوٹتے تھے۔(۱)

نجدی کے نظریات کو ردّ کرنے میں جہاں عالمِ عرب کے علما صف آرا نظر آتے ہیں، وہیں عالمِ اسلام کے اہلِ علم وفقہ بھی ہم نوا دکھائی دیتے ہیں۔اُن کے ردّ و نکیر میں لکھی گئی کتابوں کی ایک نا تمام فہرست درج ذیل ہے:

۱) الصواعق الالٰهیه فی ردّ الوهابیه

علامہ شیخ سلیمان بن عبدالوہاب نجدی (م۱۲۰۸ھ)

شیخ سلیمان، محمد بن عبدالوہاب کے حقیقی بھائی تھے، انہوں نے یہ رسالہ نجدی کی دعوت کے آٹھویں سال یعنی ۱۱۶۷ھ کو لکھا۔علامہ محمد بن سلیمان کردی شافعی، یہ محمد بن عبدالوہاب کے استاذ تھے، انہوں نے شیخ سلیمان کی کتاب ''الصواعق الالٰہیہ'' پر کئی اوراق کی زبردست تقریظ لکھی۔ یہ کتاب ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء میں پہلی بار شائع ہوئی، ۱۹۸۵ء میں مکتبہ ایشنق، استنبول ترکی سے دوسرا ایڈیشن نکلا۔

(۱)ابوالحسن زید، مولانا، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، شاہ ابوالخیر اکیڈمی، شاہ ابوالخیر

۲) محو الحوبة فی شرح ابیات التوبة

علامہ بدر الملۃ سید محمد بن اسمٰعیل الامیر الصغانی (۱۱۸۲)

علامہ موصوف نے پہلے نجدی کی مدح میں قصیدہ لکھا تھا، بعد میں اُن کی خرافات پر مطلع ہوئے تو رجوع فرمایا اور یہ قصیدہ لکھا۔

۳) السیف الهندی فی ابانة طریقة الشیخ النجدی

امام عبداللہ بن عیسیٰ بن محمد صنعانی (یمن)

یہ کتاب ۱۲۱۸ھ میں لکھی گئی اور اس میں نجدی کا سخت ردّ کیا گیا۔

۴) تجرید الجهاد لمدعی الاجتهاد

علامہ عبداللہ بن عبداللطیف شافعی

یہ بھی محمد بن عبدالوہاب نجدی کے استاذ تھے۔

۵) الصواعق و الرعود

علامہ عفیف الدین عبداللہ بن داؤد حنبلی

اس کتاب پر بصرہ، حلب اور احسا وغیرہ کے علمائے کرام نے تقریظیں لکھیں۔

۶) خلاصة الصواعق و الرعود

قاضی رأس الخیمہ واقع عمان

۷) تهکم المقلدین بمن ادعی تجدد الدین

علامہ شیخ محمد بن عبدالرحمٰن بن عفالق حنبلی

اس کتاب کے مصنف نے یہ کتاب اور چند سوالات محمد بن عبدالوہاب نجدی کو بھیجا تو وہ جواب سے قاصر رہے۔

مارگ، دہلی، ۱۹۸۴ء ص ۵۴-۵۸

۸) **التوسل و جهلة الوهابين**

علامہ ابو حامد بن مرزوق

۹) **الصارم الهندى فى عنق النجدى**

علامہ عطا، مکہ مکرمہ

۱۰) **السيوف الثقال**

بیت المقدس کے ایک بزرگ عالم دین

۱۱) **السيف الباتر لعتق المنكر على الاكابر**

علامہ سید علوی بن حداد، مکہ مکرمہ

۱۲) **مصباح الانام و جلاء الظلام**

علامہ سید علوی بن حداد، مکہ مکرمہ

۱۳) **جلاء الظلام فى الرد على النجدى الذى اضل العوام**

علامہ سید علوی بن حداد، مکہ مکرمہ

۱۴) **التوسل بالنبى و جهلة الوهابين**

علامہ سید علوی بن حداد، مکہ مکرمہ

۱۵) **تحريص الاغنيا**

علامہ عبداللہ بن ابراہیم میر غنی

۱۶) **قصيدۂ قافيه**

علامہ شیخ عبدالرحمٰن، احسا کے مشہور عالم

یہ قصیدہ ایک سو سڑسٹھ اشعار پر مشتمل ہے۔

۱۷) علامہ احمد بن علی قبانی نے رسالہ لکھا۔

۱۸) علامہ عبدالوہاب بن برکات شافعی نے کتاب تصنیف کی۔

۱۹) علامہ عبداللہ بن عیسیٰ المویسی نے رسالہ لکھا۔

۲۰) شیخ احمد مصری احسائی نے رسالہ لکھا۔

۲۱) شیخ محمد صالح زمری شافعی نے رسالہ لکھا۔

۲۲) **الانتصار للاولیاء الابرار**

علامہ طاہر سنبل حنبلی نے لکھی۔

۲۳) محمد شہیر علامہ صالح الغلانی اپنے وطن سے حرمین شریفین ایک کتاب لے آئے، اس میں چاروں مذاہب کے علما کی تحریریں محمد بن عبدالوہاب کے ردّ میں تھیں۔

۲۴) شیخ محمد بن احمد بن عبداللطیف احسائی نے رسالہ لکھا۔

۲۵) شیخ الاسلام علامہ اسماعیل تمیمی مالکی (م ۱۲۴۸ھ) تیونس نے رسالہ قلم بند کیا۔

۲۶) علامہ محقق سید محمود بغدادی حنفی نے رسالہ لکھا۔

۲۷) علامہ اجل محقق صالح الکواش تیونسی نے رسالہ لکھا۔

۲۸) شیخ سید منعمی نے قصیدۂ دالیہ لکھا۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ایک جماعت سے کہا کہ اپنے سر کے بال منڈوا لو، جماعت نے انکار کیا، محمد بن عبدالوہاب نے ان سب کے سر قلم کر دیئے۔ اس جورو ستم کو دیکھ کر مذکورہ قصیدہ لکھا گیا۔

۲۹) شیخ سید مصطفیٰ مصری بولاقی نے محمد بن عبدالوہاب کے تعاقب میں ۱۲۶/اشعار کا قصیدہ لکھا۔

۳۰) **سعادۃ الدارین** (دو جلدیں)

علامہ شیخ سمنودی نے لکھیں۔

۳۱) **الدرر السُنّیة فی الرد علی الوهابیة**

علامہ محقق شیخ اجل سید احمد دحلان مکی شافعی نے لکھی۔

۳۲) **شواهد الحق فی التوسل بسید الخلق**

علامہ عصر یوسف نبہانی بیروت نے لکھی۔

۳۳) الفجر الصادق

علامہ جمیل صدق زحاوی نے لکھا۔

۳۴) شیخ مهدی

مفتی فاس مراکش نے مسئلۂ توسل میں رسالہ لکھا۔

۳۵) غوث العباد

شیخ مصطفیٰ حمامی مصری نے لکھی۔

۳۶) جلال الحق فی کشف احوال اشرار الخلق

شیخ ابراہیم حلمی قادری السکندرانی نے تصنیف کی۔

۳۷) البراهین الساطعه

علامہ کبیر الخرامی نے لکھی۔

۳۸) الفتول الشرعية فی الرد علی الوهابية

علامہ حسن شطی حنبلی دمشقی نے لکھی۔

۳۹) التوسل بالانبیاء و الاولیاء

علامہ شیخ محمد حسنین مخلوف نے لکھا۔

۴۰) المقالات الوفية فی الرد علی الوهابية

علامہ شیخ حسن خز بک نے لکھا۔

۴۱) جلاء القلوب و کشف الکروب

علامہ عبدالحفیظ بن عثمان قاری طائفی نے لکھی۔

۴۲) علامہ کبیر شیخ یوسف الدیجوی شافعی نے ''مجلۃ الازہر'' مصر میں تین مقالے لکھے (۱)

(۱) (الف) یہ ایک نامکمل فہرست ہے، اگر تلاش کیا جائے تو یہ تعداد سیکڑوں سے بھی متجاوز ہو سکتی ہے [illegible]

کے معاصرین ہیں، کئی اساتذہ ہیں، ان حضراتِ گرامی قدر نے محمد بن عبدالوہاب کے فتنوں سے اُمتِ مسلمہ کو بچانے کی کوششیں کی ہیں۔ ان کتابوں میں شدائد تنقیدات ہیں، نفرتوں کا اظہار ہے، بعض نے محمد بن عبدالوہاب کو گمراہ لکھا ہے، ان کے اقوال و اتباع سے بچنے کی تاکید وتلقین کی ہیں۔

مولانا اسمٰعیل دہلوی:

۱۱۹۳ھ/۱۷۷۹ء میں بمقام پھلت، ضلع مظفرنگر، یوپی میں پیدا ہوئے۔ ۵۳/سال ۷/ماہ ۱۲/دن کی عمر پاکر ۱۲۴۶ھ/۱۸۳۱ء کو مقام بالاکوٹ، سرحد میں فوت ہوئے۔(۱) وہ شاہ عبدالغنی دہلوی کے چھوٹے اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے بھتیجے تھے۔شاہ عبدالعزیز کے علاوہ شاہ رفیع الدین دہلوی اور شاہ عبدالقادر دہلوی جو اِن کے حقیقی چچا تھے، نے اِن کی تعلیم وتربیت کا انتظام کیا۔ان کی تالیفات وکتب کی تعداد سترہ شمار کی جاتی ہے، اس میں ''تقویۃ الایمان'' سن تالیف ۱۲۴۰ھ سب سے نمایاں ہے۔ اسمٰعیل دہلوی، محمد بن عبدالوہاب نجدی، جن کے مختصر احوال اوپر مذکور ہوئے، جن پر ساری دنیا کے علما نے کڑی تنقیدات کی ہیں، کے نظریات وافکار کے پُرجوش داعی و ترجمان تھے۔

محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب ''ردّ الاشراک'' اور مولانا اسمٰعیل دہلوی کی ''تقویۃ الایمان'' میں جو قدرِ اشتراک ہے، اس کا تقابل وموازنہ شاہ ابوالحسن زید دہلوی کے قلم سے پیش کیا جاچکا ہے۔تو ظاہر ہے جب نجدی مردود ٹھہرا تو دہلوی کو بھی پامال ہو جانا چاہیے۔نجدی کا ردّ سب سے پہلے اُن کے حقیقی بھائی شیخ سلیمان نے کیا تو دہلوی کا ردّ اُن کے تینوں حقیقی اعمام گرامی قدر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ رفیع الدین

قادریہ دربار مارکیٹ لاہور، ۱۹۹۷ء، ص۳۰۶-۳۰۷

(۱) ابوالحسن زید، مولانا، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، شاہ ابوالخیر اکیڈمی، شاہ

دہلوی، شاہ عبدالقادر دہلوی اور ان کے حقیقی چچازاد بھائی شاہ مخصوص اللہ دہلوی اور شاہ محمد موسیٰ نے کیا۔ ان حضرات کے تحریرات و بیانات کی نقل موجب تطویل ہے، بس یہ ہے کہ

ع اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

تقویۃ الایمان ۱۵؍محرم ۱۲۴۰ھ کو لکھی گئی اور جب وہ منظر عام پر آئی تو بائیس خواجاؤں کا شہر دہلی اور وہاں کے علما و محدثین میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ۲۹؍ربیع الثانی ۱۲۴۰ھ ہی میں جامع مسجد دہلی میں تاریخی مناظرہ ہوا۔

مناظرۂ دہلی:

اس مناظرے میں علما و فضلائے دہلی، جو منتخاب روزگار سے تھے، شریک تھے۔ شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین دہلوی، مولانا محمد موسیٰ بن شاہ رفیع الدین دہلوی، صدر الصدور مفتی صدرالدین آزردہ، مفتی رشیدالدین اور دیگر علمائے اہلِ کمال نے مناظرے میں حصہ لیا۔ سب سے زیادہ سرگرمی شاہ مخصوص اللہ دہلوی نے دکھائی اور ''تقویۃ الایمان'' کے مندرجات کے متعلق سوالات و مواخذات کیے۔ حضرت مفتی رشیدالدین نے چودہ استفسارات پر مبنی ایک سوال نامہ پیش کیا اور بھری محفل میں مولانا اسمٰعیل جواب دینے سے عاجز و لاجواب رہے۔ یہ واقعہ ۲۹؍ربیع الآخر ۱۲۴۰ھ کا ہے۔ اُس وقت سے آج تک دین کے ہمدرد علما و فقہا مولانا اسمٰعیل دہلوی کی تالیفات و نظریات کا ردّ کرتے رہے ہیں۔

یہاں بھی ایک خام فہرست پیش خدمت ہے، جو تقویۃ الایمان کے ردّ میں لکھی گئی کتابوں پر مشتمل ہے۔

ابوالخیر مارگ دہلی، ۱۹۸۴ء، ص ۳۶

۱) **سعید الایمان** شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین دہلوی

شاہ فضل رسول بدایونی کے خط میں شاہ مخصوص اللہ دہلوی لکھتے ہیں:

''پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ ''تقویۃ الایمان'' کہ مَیں نے اس کا نام ''تفویۃ الایمان'' ساتھ ''فا'' کے رکھا ہے، اس کے جواب میں رسالہ جو مَیں نے لکھا ہے، اس کا نام ''سعید الایمان'' رکھا ہے۔ اسمٰعیل کا رسالہ موافق ہمارے خاندان کے کیا؟ تمام انبیا اور رسولوں کی توحید کے خلاف ہے۔''(۱)

مولانا ابوالحسن زید فاروقی دہلوی لکھتے ہیں: ''اگر اس رسالہ (سعید الایمان) کا صحیح ترجمہ عربی میں کیا جائے اور عرب ممالک کو بھیجا جائے تو بجز نجدیوں کے کوئی اس کی حمایت نہیں کرے گا۔''(۲)

۲) **حجۃ العمل فی ابطال الحیل**

شاہ محمد موسیٰ بن شاہ رفیع الدین دہلوی

شاہ صاحب کی ''حجۃ العمل'' ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

۳) **سوال و جواب**

شاہ محمد موسیٰ بن شاہ رفیع الدین دہلوی

۴) **چودہ استفسارات پر مشتمل سوال نامہ**

مولانا مفتی رشید الدین خان دہلوی

اس کے جواب میں مولانا اسمٰعیل دہلوی نے ''چہاردہ مسائل'' لکھی۔

۵) **منتھی المقال فی شرح حدیث لا تشد الرحال**

صدر الصدور مفتی صدر الدین آزردہ دہلوی

یہ کتاب ۱۲۶۴ھ میں طبع ہوئی۔ کتب خانہ محمدیہ جامع مسجد، ممبئی میں موجود ہے، اس کے صفحات ۹۲ ہیں۔ اس کے آخر میں علامہ فضل حق خیر آبادی اور مفتی اسد اللہ مراد

آبادی (۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء) کی تقریظات شامل ہیں۔ اس کتاب میں ابن تیمیہ کی ''اقتضاء الصراط المستقیم'' اور ابن حزم کی ''المحلی'' پر بھی تنقید ہے۔

۶) نعم الانتباہ لدفع الاشتباہ

مولانا معلم وابراہم خطیب جامع مسجد دہلی

۷) دفع البھتان فی رد بعض نبیه الانسان

مولانا مفتی محمد یونس مترجم عدالت شاہی، دہلی

۸) السیوف البارقة علی رؤس الفاسقة

علامہ اجل مولانا عبداللہ محدث خراسان

۹) حیات النبی

مولانا شیخ محمد عابد سندھی ثم مدنی

۱۰) رد المحتار معروف به فتاویٰ شامی

علامہ ابن عابدین شامی (۱۱۹۸ھ/۱۷۸۴ء- ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء)

۱۱) رساله ردّ وھابیه

شاہ عین الحق عبدالمجید بدایونی (۱۱۷۷ھ- ۱۲۶۳)

۱۲) ھدایة المسلمین الی طریق الحق و الیقین

مولانا قاضی محمد حسین کوفی

---

(۱) یہ فہرست کتب جوردوہابیہ پر مشتمل ہے، مولانا ابوالحسن زید کی کتاب، جس کا حوالہ بار بار دیا گیا ہے، سے ماخوذ ومستنبط ہے۔ شمس مصباحی

---

(۱) مولانا اسماعیل کے حالات حیات، جہاد اور وصال کے تفصیلی وتاریخی احوال کے لیے ملاحظہ ہو:
(الف) تاریخ تناولیاں، از سید مراد علی علی گڑھی، مکتبہ قادریہ، لاہور طبع ثانی ۱۹۷۵ء سن تصنیف ۱۸۷۵ء
(ب) حقائق تحریک بالاکوٹ، از شاہ حسین گردیزی، المجمع الاسلامی مبارکپور طبع ثانی ۱۹۸۸ء

۱۳) تحقیق الفتوٰی فی ابطال الطغوٰی

علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۲۱۲ھ-۱۲۷۸ھ)

تقویۃ الایمان ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء کو لکھی گئی۔ اس میں دیگر اسلامی عقیدوں کے ساتھ مسئلۂ شفاعت کا بھی انکار تھا۔ علامہ خیرآبادی سے سوال ہوا، علامہ نے جواب میں ''تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ'' لکھی۔ یہ کتاب ۱۸/رمضان ۱۲۴۰ھ / ۱۸۲۴ء کو تصنیف ہوئی۔ مولانا اسمٰعیل نے لکھا تھا ''خدا چاہے تو خاتم النبیین کے کروڑوں مثیل و نظیر پیدا کرسکتا ہے'' علامہ نے اس کا بھی ردّ لکھا۔ علامہ خیرآبادی کی اس کتاب پر علما و مفتیانِ دہلی جو شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے تلامذہ تھے، نے تصدیقی دستخط کیے، مہریں ثبت کیں۔ اُن کے نام یہ ہیں:

۱) شاہ مخصوص اللہ بن شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۲) شاہ محمد موسیٰ بن شاہ رفیع الدین بن شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
۳) مفتی صدرالدین آزردہ صدرالصدور دہلی (۱۲۰۴ھ-۱۲۸۵ھ)
۴) مولانا شاہ احمد سعید مجدّدی نقشبندی دہلوی
۵) مولانا مفتی رشیدالدین خان دہلوی
۶) مولانا المتوکل علی اللہ محمد شریف دہلوی
۷) مولانا حاجی محمد قاسم دہلوی
۸) مولانا مفتی محمد حیات آرمی
۹) مولانا شاہ کریم اللہ دہلوی
۱۰) مولانا محمد رحمت
۱۱) مولانا محمد عبدالخالق
۱۲) مولانا محمد عبداللہ
۱۳) مولانا خادم محمد

۱۴) مولانا محمد شریف

۱۵) مولانا محمد رحیم الدین

۱۶) مولانا محمد حیات

۱۷) مولانا محبوب علی

اس کتاب کی زبان فارسی تھی۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری، لاہور نے اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء میں یہ ترجمہ مع متن مکتبہ قادریہ، لاہور سے شائع ہوا ہے، پھر دائرۃ المعارف الامجدیہ، گھوسی، یوپی نے صرف اردو ترجمہ چھاپا ہے۔ ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء میں شاہ عبدالحق محدث دہلوی اکیڈمی بند یال ضلع سرگودھا نے چوتھا ایڈیشن ''شفاعتِ مصطفیٰ'' کے نام سے نکالا ہے۔ اس ایڈیشن میں علامہ کا مختصر رسالہ ''تقریر براعتراضات'' جس کا ذکر آگے آتا ہے، بھی شامل ہے۔ المختار پبلی کیشنز، لاہور سے اس کا پانچواں ایڈیشن عن قریب شائع ہونے والا ہے، جب کہ اصل متن کی اوّلین اشاعت ۱۲۶۹ھ کی ہے۔ یوں یہ کتاب چھ مرتبہ چھپ چکی ہے۔

۱۴) **امتناع النظیر** (فارسی)

علامہ فضل حق خیرآبادی (۱۲۱۲ھ/۱۷۹۷ء-۱۲۷۸ھ/۱۸۶۱ھ)

تحقیق الفتویٰ میں چار مقامات ہیں، مقام دوم میں علامہ اجل نے مسئلہ امکان وامتناعِ نظیر پر مدلل ومنصوص گفتگو فرمائی ہے۔ ایک عرصہ گزرا، تب مولانا حیدر علی بن عنایت علی رام پوری ثم ٹونکی نے اعتراضات اُٹھایا اور ایک رسالہ لکھ کر مولانا اسمٰعیل دہلوی کی حمایت کی۔ مولانا ٹونکی، مولانا اسمٰعیل دہلوی کے شاگرد اور اُن کی فکر سے متأثر تھے۔ علامہ خیرآبادی نے کتاب امتناع النظیر کیا لکھی، مولانا ٹونکی ومولانا دہلوی کے منہ پر ہمالیہ رکھ دیا۔

علامہ خیرآبادی کے نامور شاگرد تھے، علامہ ہدایت اللہ خان بن رفیع اللہ خان رام پوری ثم جون پوری (م: ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) علامہ جون پوری کے تلمیذ رشید

(۱) فضل رسول بدایونی، مولانا، تحقیق الحقیقۃ، مطبوعہ بمبئی، ۱۲۶۷ھ، ص ۲۴

تھے علامہ سید سلیمان اشرف بہاری سابق صدر شعبۂ عربی مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ۔ ان کی تحقیق وکوشش سے یہ کتاب پہلی بار ۲۰/ اگست ۱۹۰۸ء میں جادو پریس، جون پور سے چھپی۔ ایک عرصے سے نایاب تھی، اب حال ہی میں ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء میں مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ شادمان، لاہور نے دوبارہ طبع کی ہے۔ اس کا سلیس اردو ترجمہ کرنے اور عمدہ طباعت کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے مکتبہ حبیب گنج میں محفوظ ہے۔

۱۵) تقریر اعتراضات بر تقویۃ الایمان (فارسی)

علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء-۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ھ)

یہ چند ورقی رسالہ ہے، جو علامہ نے فوری طور پر تقویۃ الایمان پر لکھا تھا۔ اس کا مخطوطہ حکیم نصیر الدین کراچی (م: ۱۹۹۸ء) کے پاس تھا۔ علامہ عبدالحکیم شرف قادری لاہور نے اس کا ترجمہ کیا ہے اور پہلی بار تحقیق الفتویٰ جو سرگودھا سے ''شفاعتِ مصطفیٰ'' کے عنوان سے شائع ہوئی ہے، میں ضمیمہ کے طور پر متن مع ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اوپر گزر چکا کہ اس تقریر اعتراضات کے جواب میں مولانا اسمٰعیل دہلوی نے رسالہ یکروزہ لکھا۔

۱۶) قصیدہ در ردّ تقویۃ الایمان

علامہ فضل حق خیر آبادی (۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء-۱۲۷۸ھ/ ۱۸۶۱ء)

مولانا حیدر علی ٹونکی جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے، نے اپنے رسالے میں ایک عربی شعر بھی لکھا تھا، جو مولانا اسمٰعیل دہلوی کی حمایت و مدح میں تھا۔ علامۂ علم وفن نے فی البدیہ ۱۱۴/ عربی اشعار کہہ دیئے، جو مولانا ٹونکی اور اُن کے ممدوح کی ہجو وقدح میں تھے۔

۱۷) المعتقد المنتقد (عربی)

شاہ فضلِ رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ)

(بحوالہ کتاب مکتوبات مولانا ابوالحسن زید، مطبوعہ دہلی، ۱۹۸۲ء، ص ۱۱۲) مکہ مکرمہ کے ایک عالی رتبہ بزرگ کی فرمائش پر یہ کتاب تصنیف ہوئی۔ علامہ فضل حق خیر آبادی، مفتی صدر الدین آزردہ، شاہ فضل رسول بدایونی، شاہ احمد سعید مجددی نقشبندی

دہلوی اور مولانا شاہ حیدر علی مصنف منتہی الکلام کی اس کتاب پر گراں قدر تقریظات ہیں۔ مجاہد عظیم مولانا فیض احمد بدایونی کے خلف رشید مولانا حکیم سراج الحق نے اس پر حاشیہ لکھا ہے۔ ۱۳۱۰ھ میں جب یہ کتاب بریلی سے چھپی تو امام احمد رضا بریلوی (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء-۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) نے عربی زبان میں قلم برداشتہ حاشیہ لکھا۔ مؤخر الذکر حاشیہ کا نام ''المعتمد المستند بناء نجاۃ الابد'' ہے اور مع متن یہ حاشیہ ہند و پاک سے متعدد بار چھپ چکا ہے۔

۱۸) البوارق المحمدیہ (فارسی)

شاہ فضلِ رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ)

یہ کتاب ''سوط الرحمٰن علی قرن الشیطان'' کے نام سے بھی معروف ہے۔ خواجۂ ہند خواجہ قطب الدین بختیار کاکی دہلوی کے مزار مبارک پر مصنف ذی شان مراقب تھے، اس دوران حالتِ خواب میں اس کتاب کی تصنیف کا حکم ہوا۔ مولانا شاہ غلام قادر بھیروی (م۱۳۲۶ھ) نے اس کا ترجمہ و خلاصہ لکھا ہے۔ نام رکھا ہے ''الشوارق الصمدیہ'' عرصہ پہلے یہ ترجمہ وخلاصہ چھپ چکا ہے۔

۱۹) سیف الجبار علی الاعداء للابرار

شاہ فضلِ رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ)

یہ کتاب انہوں نے ۱۲۶۵ھ میں قلم بند فرمائی۔ مصنف نے اس میں فتنۂ نجدیت کی ابتدا، اس کا پھیلاؤ، حرمین شریفین میں نجدیوں کے لرزہ خیز مظالم، قتل وخوں ریزی، انہدامِ مساجد و مقابر صحابہ و اولیا اور دیگر مقامات و بلادِ اسلامیہ میں تحریکِ وہابیت کے پُرتشدد وقائع وسوانح اور سرگزشت پر روشنی ڈالی ہے۔ نیز تقلید کے وجوب و اہمیت اور امام اعظم نعمان بن ثابت کوفی کے رتبہ وشانِ رفیع پر گفتگو کی ہے۔ علمی اور تاریخی لحاظ سے یہ کتاب بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ ہند و پاک سے کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔ [illegible]

[illegible] ہے۔

۲۰) احقاق الحق و ابطال الباطل

شاہ فضلِ رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ)

۲۱) تحقیق الحقیقة

شاہ فضلِ رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ)

۲۲) تلخیص الحقیقة

شاہ فضلِ رسول بدایونی (۱۲۱۳ھ-۱۲۸۹ھ)

۲۳) (کتاب کا نام معلوم نہ ہوسکا)

عالم اجل مولانا منورالدین دہلوی (اا ھ-۱۲۷۳)

مولانا منورالدین دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے شاگرد خاص تھے۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے والد مولانا شاہ خیرالدین دہلوی کے نانا تھے۔ جامع مسجد میں مولانا اسمٰعیل دہلوی اور مولانا عبدالحئی سے مناظرہ کیا اور انہیں ہزیمت دی۔ اُن کے ردّ میں کتاب لکھی۔

۲۴) تحقیق الحق المبین فی اجوبة مسائل اربعین

مولانا شاہ احمد سعید مجدّدی دہلوی (۱۲۱۷ھ-۱۲۷۷ھ)

۲۵) الحق المبین فی ردّ الوهابین

مولانا شاہ احمد سعید مجدّدی دہلوی (۱۲۱۷ھ-۱۲۷۷ھ)

محمد اکبر بادشاہ غازی نے جب اس کتاب کا مطالعہ کیا تو شاہی فرمان کے ذریعے مصنف موصوف کو زبدة الموحدین، مشیرالدولہ، محسن الملک، خان بہادر اور مناظر جنگ کا خطاب دیا۔

۲۶) تزکیة الایقان

خاتم المحققین مولانا نقی علی خان بریلوی (۱۲۴۶ھ-۱۲۹۷ھ/۱۸۳۰ء-۱۸۸۰ء)

(۲) ابوالحسن زید، مولانا اسماعیل دہلوی اور تقویۃ الایمان، شاہ ابوالخیر اکیڈمی، شاہ ابوالخیر مارگ دہلی ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء میں یہ کتاب مطبع صبح صادق سیتاپور سے شائع ہوئی۔ اس

کی تخریج احادیث میں مصنف رفیع الشان کے نیک نام فرزند امام احمد رضا بریلوی (۱۲۷۲ھ /۱۸۵٦ء - ۱۳۴۰ھ /۱۹۲۱ء) نے ''النجوم الثواقب فی تخریج احادیث الکواکب'' ترتیب دی۔

۲۷) ازالۃ الاوہام

خاتم المحققین مولانا نقی علی خان بریلوی (۱۲۴٦ھ/ ۱۸۳۰ء-۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء)

۲۸) اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد

خاتم المحققین مولانا نقی علی خان بریلوی (۱۲۴٦ھ/ ۱۸۳۰ء-۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء)

۱۲۹۸ھ /۱۸۸۱ء میں یہ کتاب ''مطبع صبح صادق'' سیتاپور سے طبع ہوئی۔

۲۹) الصاعۃ الرابیۃ علی الفرقۃ الوہابیۃ

خاتم المحققین مولانا نقی علی خان بریلوی (۱۲۴٦ھ/ ۱۸۳۰ء-۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء)

اس کتاب کا نام پہلی بار میری نظر سے گزرا (بحوالہ تحقیق الفتویٰ، مطبوعہ گھوسی ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء، ص ۲۷۴)

۳۰) شمس الایمان

مولانا شاہ محی الدین بدایونی (۱۲۴۳ھ-۱۲۷۰ھ)

یہ کتاب مولوی سراج سہوانی کی تالیف ''سراج الایمان'' جو ''تقویۃ الایمان'' کی حمایت میں ہے، کے جواب میں ہے۔

۳۱) احقاقِ حق

مولانا شاہ نصیر احمد پشاوری (۱۲۲۸ھ/ ۱۸۱۳ء-۱۳۰۸ھ/۱۸۹۱ء)

۳۲) احقاق الحق

مولانا شاہ سید بدرالدین الوسوی حیدرآبادی

۳۳) اشعار الحق

قطب عصر مفتی شاہ ارشاد حسین نقشبندی رام پوری (۱۲۴۸ھ-۱۳۱۱ھ)

۳۴) **گلزار ھدایت**

مولانا مفتی محمد صبغۃ اللہ مدراسی مفتیِ مدراس

۳۵) **نظام الاسلام**

مولانا محمد وجیہ استاذ مدرسۂ عالیہ کلکتہ

۳۶) (کتاب کا نام معلوم نہ ہوسکا)

مجاہد عظیم مولانا فیض احمد بدایونی (۱۲۲۳ھ-۱۳۲۲)

۳۷) **فتح المبین**

علامہ عصر مولانا منصور علی مرادآبادی

۳۸) **میزان العدالۃ فی اثبات الشفاعۃ**

مولانا مفتی محمد سلطان کٹکی (۱۲۲۹ھ-۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء)

۳۹) **تنبیہ الغرور**

مولانا مفتی سلطان احمد کٹکی (۱۲۲۹ھ-۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء)

۴۰) **ازالۃ الشکوک و الاوھام**

مولانا حکیم فخر الدین الہ آبادی (۱۲۳۱ھ-۱۳۰۳ھ)

۴۱) **ذو الفقار حیدریہ علی اعناق الوھابیہ**

مولانا سید حیدر شاہ، کچھ، بھوج (/)

۴۲) **شرح الصدور فی دفع الشرور** (فارسی)

مولانا شاہ مخلص الرحمٰن چاٹگامی (۱۲۲۹ھ-۱۳۰۲ھ/۱۸۸۵ء)

مولانا چاٹگامی علمی و روحانی شخصیت کے مالک اور ''جہانگیر شاہ'' کے لقب سے مشہور تھے۔ پیش نظر کتاب انہوں نے تیرہویں صدی کے آخر میں لکھی ہے۔ ان کے مخلصین واحباب نے اس کے ترجمہ کا خلاصہ اردو میں شائع کیا ہے، اب ناپید ہے۔

۴۳) **تحقیق التوحید و الشرک** (فارسی)

مولانا شاہ محمد احسن پشاوری

مولانا پشاوری ''حافظ دراز'' کے نام سے معروف تھے۔ کتاب کے ترجمہ و طباعت کا حال معلوم نہیں۔

۴۴) تحفة المسکین فی جناب سید المرسلین

مولانا عبداللہ سہارن پوری

۴۵) سلاح المومنین فی قطع الخارجین

مولانا سید لطف الحق بن سید جلیل الحق بٹالوی

۴۶) البیان والحماسہ

مولانا مفتی غلام مرتضیٰ، بریلی شریف (۱۲۵۱ھ/۱۸۳۵ء-۱۳۲۱ھ/۱۹۰۲ء)

یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔

۴۷) ردّ وہابی

مولانا مفتی محمد محمود پشاوری

۴۸) السیف الصارم لمنکر امام الاعظم

علامۂ وقت مولانا فقیر محمد جہلمی (۱۲۶۰ھ/۱۸۴۴ء-۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء)

اس میں ایک ضمیمہ بھی شامل ہے۔

۴۹) البراهین الحنفیة لدفع الفتنة النجدیة

مولانا شاہ محمد عالم آلسی امرتسری (۱۲۹۸ھ-۱۳۶۳ء)

۵۰) ضربات الحنفی علی هامات الوهابیة

مولانا شاہ محمد عالم آلسی امرتسری (۱۲۹۸ھ-۱۳۶۳ھ/۱۹۴۴ء)

۵۱) المدافعة الفقهیة فی تردید معقولات النجدیة

مولانا شاہ محمد عالم آلسی امرتسری (۱۲۹۸ھ-۱۳۶۳ء)

یہ کتاب ''آفتاب برقی پریس'' امرتسر سے شائع ہو چکی ہے۔

۵۲) **النجم لرجم الشياطين**

رادالوہابیہ مولانا خیرالدین دہلوی (۱۸۳۱ء-۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

مولانا خیرالدین مولانا ابوالکلام آزاد (۱۸۸۸ء/۱۹۵۸ء) کے والد ماجد تھے۔ وہابیوں کا شدید ردّ کرتے تھے۔ انہوں نے یہ کتاب شیخ احمد بن زینی دحلان مکی، مفتی حنفیہ مکہ مکرمہ کی فرمائش پر لکھی، جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ زبان عربی ہے، دو جلدیں سرکاری مطبع ''میری'' کلکتہ سے چھپی تھی، بقیہ جلدیں مصنف علام کے پوتے کے پاس محفوظ ہیں۔ کوئی عالم یا اکیڈمی اس کا ترجمہ وطباعت کرتے تو یہ دین وعلم کی اچھی خدمت ہوتی۔

۵۳) **حفظ المتن عن نصوص الدين**

مولانا خیرالدین دہلوی (۱۸۳۱ء-۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)

۹۶ر صفحے کی یہ کتاب ۱۳۱۵ھ میں ہادی المطابع کلکتہ سے طبع ہوئی تھی۔

۵۴) **تنزيه الفؤاد عن سوء الاعتقاد**

مولانا شاہ محمد عادل کان پوری (۱۲۴۱ھ-۱۳۲۵ھ)

۵۵) **نصرة المجتهدين لرد هفوات غير مقلدين**

مولانا وکیل احمد سکندر پوری (-۱۳۲۲ھ)

۱۲۹۹ھ میں یہ کتاب لکھی گئی اور لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

۵۶) **نصر السُنّين على احزاب الشياطين**

مولانا شاہ سید عبدالصمد سہسوانی ثم پھپھوندوی (۱۲۶۹ھ/۱۸۵۳ء-۱۳۲۳ھ)

۵۷) **ارغام الشياطين**

مولانا شاہ سید عبدالصمد سہسوانی ثم پھپھوندوی (۱۲۶۹ھ/۱۸۵۳ء-۱۳۲۳ھ)

۵۸) **الشوارق الصمدية**

مولانا غلام قادری بھیروی (۱۲۶۵ھ/۱۸۴۹ء-۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء)

۵۹) الفتوحات الصمدیه

مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی (۱۲۷۵ھ/۱۸۵۹ء-۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء)

۶۰) اعلاء کلمة الحق

مولانا پیر مہر علی شاہ گولڑوی (۱۲۷۵ھ/۱۸۵۹ء-۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء)

۶۱) (کتاب کا نام معلوم نہ ہوسکا)

مولانا شاہ ابوالخیر مجددی دہلوی (۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء-۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء)

۶۲) تقدیس المرسلین عن توهین الوهابین

مولانا شاہ سید دیدار علی الوری (۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء- ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء)

۶۳) علامات الوهابیة بالاحادیث النبویة

مولانا شاہ سید دیدار علی الوری (۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء- ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء)

اس کتاب میں وہابیوں کی شکل وصورت اور حلیے کا بیان ارشادِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی میں کیا گیا ہے۔

۶۴) هدایة الطریق فی بیان التقلید و التحقیق

مولانا شاہ سید دیدار علی الوری (۱۲۷۳ھ/۱۸۵۶ء- ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء)

۶۵) الدلائل القویة فی اثبات کفریات الوهابیة

مفسر قرآن مولانا نبی بخش حلوائی لاہوری (۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء-۱۳۶۵ھ/۱۹۴۵ء)

۶۶) الرمح الدیانی علی راس الوسواس الشیطانی

مفسر قرآن مولانا نبی بخش حلوائی لاہوری (۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء-۱۳۶۵ھ/۱۹۴۵ء)

۶۷) اخراج الوهابین من مساجد المسلمین

مفسر قرآن مولانا نبی بخش حلوائی لاہوری (۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء-۱۳۶۵ھ/۱۹۴۵ء)

۶۸) **اظهار انكار المنكرين**

مفسر قرآن مولانا نبی بخش حلوائی لاہوری (۱۲۷۶ھ/۱۸۶۰ء-۱۳۶۵ھ/۱۹۴۵ء)

۶۹) **تنزيه الرحمن عن شائبة الكذب و النقصان**

علامہ شاہ احمد حسن پنجابی ثم کان پوری(۱) (۱۱ھ-۱۳۲۲ھ)

۷۰) **الاصول الاربعة فى ترديد الوهابية**

مولانا خواجہ محمد حسن مجدّ دی سرہندی (۱۲۷۸ھ/۱۸۶۲ء-۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء)

اس کتاب کی زبان فارسی وعربی ہے، سال تصنیف ۱۳۴۶ھ ہے، صفحات ۱۲۰ ہیں، مکتبہ ایشتق، استنبول، ترکی سے شائع ہوئی ہے۔ اردو میں اس کے دو ترجمے ہوئے ہیں، حافظ محمد عبدالستار قادری اور علامہ عبدالحکیم اختر شاہجہاں پوری نے کیے ہیں۔ اختر شاہجہاں پوری کا ترجمہ غیر مطبوعہ ہے۔

۷۱) **العقائد الصحيحة فى ترديد الوهابية**

مولانا خواجہ محمد حسن مجددی سرہندی (۱۲۷۸ھ/۱۸۶۲ء-۱۳۶۵ھ/۱۹۴۶ء)

۸۰ر صفحات کی یہ کتاب ''الفقیہ'' پریس امرتسر اور مکتبہ ''ایشتق'' استنبول ترکی سے شائع ہوئی ہے۔

۷۲) **تنزيل التنذير فى نظير البشير النظير**

مولانا شاہ قلندر علی زبیری پانی پتی (-۱۳۲۳ھ)

۷۳) **مجموعۂ فتاویٰ**

مولانا شاہ عبدالحق کان پوری (-۱۳۱۳ھ)

جناب عبدالستار نے استفتا وجواب کو مرتب کیا، علمائے کبار نے دستخط وتائید کی، اپنی مہروں سے مزین کیا، ۱۲۶۹ھ میں یہ کتاب شائع ہوئی۔ اس کتاب پر بیس علمائے رام پور، پانچ علمائے مرادآباد اور نو علمائے دہلی کے دستخط ومہریں ہیں۔

۷۴) **الصمصام القاضب لراس المفتری علی اللّٰہ الکاذب**

مولانا سید برکات احمد بہاری ثم ٹونکی (۱۲۸۰ھ-۱۳۴۷ھ)

یہ کتاب مولانا محمد اشرف کے اہتمام سے نو بہار برقی پریس ملتان سے شائع ہوئی۔

۷۵) **مکتوب علم غیب**

مولانا سید برکات احمد بہاری ٹونکی(۱) (۱۲۸۰ھ-۱۳۴۷ھ)

یہ مکتوب ۱۳۳۲ھ / ۱۹۱۴ء میں کلیمی پریس کلکتہ سے طبع ہوا۔ مکتوب عربی زبان میں ہے۔ مولانا حافظ احمد موسیٰ، جو اس وقت نا خدا مسجد کلکتہ میں امام و خطیب تھے، کو لکھا گیا ہے۔

۷۶) **خیر الزاد لیوم المعاد**

مولانا ابو العلا محمد خیر الدین مدراسی (-)

۷۷) **انوار ساطعہ**

مولانا عبد السمیع بیدلؔ رام پوری (-۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء)

اس کتاب پر علمائے ہند کے علاوہ سات مشائخ مکہ مکرمہ کی تقریظات ہیں، ہندو پاک سے متعدد دفعہ شائع ہو چکی ہے۔

۷۸) **الحبل القوی لھدایۃ الغوی**

مولانا شاہ عبد الرحمٰن محبّی مظفر پوری (۱۲۷۲ھ/۱۹۵۶ء-۱۳۵۱ھ/۱۹۳۱ء)

یہ رسالہ جو ایک مکالمہ پر مشتمل ہے، ماہ نامہ ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ شمارہ محرم ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوا، پھر پورے سو سال بعد ۱۴۲۲ھ /۲۰۰۱ء میں انجمن فیضانِ سرکار محبّی سیتا مڑھی بہار سے طبع ہوا ہے، مولانا ریحان رضا انجم مصباحی نے جدید ترتیب دی ہے۔

۷۹) **الجواب المستحسن فی ردّ ھفوات مرتضیٰ حسن**

مولانا شاہ عبدالرحمٰن محشّی مظفر پوری (۱۲۷۲ھ/۱۹۵۶ء-۱۳۵۱ھ/۱۹۳۱ء)

مئی ۱۹۱۱ء میں باہتمام نور احمد مطبع محمد تیغ بہادر لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

۸۰) تمسک اقوٰی باحادیث نبی الانبیا (۲/حصے)

مولانا شاہ عبدالرحمٰن محشّی مظفر پوری (۱۲۷۲ھ/۱۹۵۶ء-۱۳۵۱ھ/۱۹۳۱ء)

یہ کتاب ۱۳۲۲ھ میں مطبع حنفیہ پٹنہ سے چھپی تھی، مولانا ریحان رضا انجم مصباحی نے ترتیبِ جدید دی ہے، طباعت ابھی نہیں ہوئی ہے۔

۸۱) نور الھدیٰ فی ترجمة المجتبیٰ

مولانا شاہ عبدالرحمٰن محشّی مظفر پوری (۱۲۷۲ھ/۱۹۵۶ء-۱۳۵۱ھ/۱۹۳۱ء)

مطبع حنفیہ پٹنہ سے شائع ہوئی تھی، مولانا ریحان رضا انجم مصباحی نے ''عظمت امام اعظم'' کے نام سے ترتیب جدید دی ہے، سنہ ۲۰۰۸ء میں شائع ہوئی۔

۸۲) چھک بلبل ناداں معروف به حدیث وھابیاں

مولانا شاہ عبدالرحمٰن محشّی مظفر پوری (۱۲۷۲ھ/۱۹۵۶ء-۱۳۵۱ھ/۱۹۳۱ء)

مطبع حنفیہ پٹنہ سے ۱۳۲۰ھ میں شائع ہوئی۔

۸۳) شش تکبیر عید واجب

مولانا شاہ عبدالرحمٰن محشّی مظفر پوری (۱۲۷۲ھ/۱۹۵۶ء-۱۳۵۱ھ/۱۹۳۱ء)

مطبع محمد تیغ بہادر لکھنؤ سے باہتمام نور احمد ۱۹۱۱ء میں شائع ہوئی۔

۸۴) اعلام الازکیاء

مولانا شاہ سلامت اللہ نقشبندی رام پوری (-۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)

۸۵) تحقیق الکلام فی ادلة وجوب تعیین تقلید الامام

شاہ سلامت اللہ رام پوری (-۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)

یہ کتاب اولاً ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ شمارہ شعبان ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوئی، بعد میں کتابی صورت میں چھپی۔

۸۶) بلاغ المرام

مولانا شاہ سلامت اللہ نقشبندی رام پوری (-۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)

۸۷) ارشاد الحق

مولانا سید امیر اجمیری (۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء-۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء)

۸۸) اهلاک الوهابین

مولانا سید امیر اجمیری (۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء-۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء)

۸۹) هداية الوهابين

مولانا سید امیر اجمیری (۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء-۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء)

ان کی کتابیں شائع ہوچکی ہیں۔

۹۰) الکتاب المجید

مولانا شاہ خیر محمد امرتسری (-)

۱۲۰ر صفحے کی یہ کتاب ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۹ء میں لکھی گئی اور ''خادم پنجاب پریس'' امرتسر سے چھاپی گئی۔

۹۱) الصداق المعتابية على راس الوهابية

مولانا غلام مہر علی گولڑوی (-)

۹۲) نور محمدی

مولانا غلام مہر علی گولڑوی (-)

۹۳) عجالة الراكب فى امتناع كذب الواجب

مولانا عبداللہ بہاری ثم ٹونکی (-۱۹۳۰ء)

۹۴) **تحفۂ محمدیه فی ردّ وهابیه**

مولانا مفتی عبدالفتاح گلشن آبادی (-۱۳۶۵ھ)

۹۵) **فتنة الوهابية**

مولانا شاہ غلام دستگیر قصوری (-۱۳۱۵ھ)

۹۶) **توضیح دلائل و تشریح ابحاث**

مولانا شاہ غلام دستگیر قصوری (-۱۳۱۵ھ)

یہ کتاب ۱۸۸/صفحات کی ہے، چھپ چکی ہے۔

۹۷) **تقدیس الوکیل عن توهین الرشید و الخلیل**

مولانا غلام دستگیر قصوری (-۱۳۱۵ھ)

۹۸) **السیف المسلول عن منکر علم غیب الرسول**

علامہ جلیل مولانا نذیر احمد رام پوری ثم احمد آبادی (-۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء)

۹۹) **صیانة الناس عن وسواس الخناس**

علامہ جلیل مولانا نذیر احمد رام پوری ثم احمد آبادی (-۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء)

۱۰۰) **اباطیل وهابیه**

مولانا احمد علی مئوی (-   )

۱۰۱) **فتح المبین**

مولانا مفتی محمد منصور علی مراد آبادی (-   )

یہ کتاب معرکۃ الآ را ہے، چھپ چکی ہے۔ اس پر کثیر اجلہ افاضل روزگار کی گراں قدر تقریظات وتصدیقات ہیں۔ یہ کتاب "**ظفر المبین فی ردّ مغالطات المقلدین**" از ہری چند این دیوان مرید سید احمد رائے بریلوی کے جواب میں تصنیف و

تالیف ہوئی ہے۔"فتح المبین"شایانِ مطالعہ کتاب ہے۔

۱۰۲) جامع الشواهد فی اخراج الوهابین عن المساجد

مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی (- ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۶ء)

جامع الشواہد کی وجہ تالیف وطباعت:

واقف کاروں سے یہ امر مخفی نہیں کہ یہاں تحریکِ وہابیت کے قائد اوّل مولانا اسمٰعیل دہلوی تھے۔ میاں نذیر حسین سورج گڑھی ثم دہلوی دوسرے قائد تھے، جب کہ اس تحریک کا تیسرا اور چوتھا ہیڈ کوارٹر بٹالہ اور امرتسر تھا۔ ۱۳۰۰ھ / ۱۸۸۳ء میں میاں صاحب نے ارادۂ حج کیا تو مشائخ وساداتِ مکہ مکرمہ اور وہاں مقیم ہندوستانی مہاجر علما جو ردّ وہابیت میں پیش پیش تھے، نے سرکردہ علمائے ہند سے خطوط وسوالات کے ذریعے میاں صاحب کے عقائد معلوم کیے، ہندوستانی مہاجر علما کے کچھ نام یہ ہیں:

ا) شیخ الدلائل مولانا عبدالحق الٰہ آبادی، مہاجر مکی

ب) محبوب الٰہ حاجی امداداللہ مہاجر مکی

ج) مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکی

د) مولانا خیرالدین دہلوی مہاجر مکی (والد مولانا ابوالکلام آزاد)

چنانچہ کئی ہندوستانی علما ومفتیانِ کرام نے میاں صاحب کے عقائد واعمال کا انڈیکس تیار کیا۔ سب سے زیادہ جامع "جامع الشواہد" تھی، جو مصنف نے ایک فتویٰ کی صورت میں مرتب فرمائی۔ قریب ڈیڑھ سو علما وفقہا نے اپنی تصدیقات، تقریظات، تائیدات، دستخطوں اور مہروں سے اس کتاب کو مزین ومعتبر کر دیا۔ ان کا تعلق دہلی، کان پور، لکھنؤ، رام پور، اندور، چھاؤنی، لدھیانہ، پنجاب، کشمیر اور دیوبند سے ہے۔ سب کا ذکر موجب طوالت ہے، اساطینِ دیوبند کے کچھ نام یہ ہیں:

ا) مولانا رشید احمد گنگوہی

ب) مولانا محمود الحسن دیوبندی

ج) مولانا یعقوب نانوتوی

د) مولانا محمد محمود دیوبندی

الغرض تاج الفحول مولانا عبدالقادر بدایونی (م:۱۳۱۸ھ) خلف رشید شاہ فضلِ رسول بدایونی کے ہاتھوں، جو اس سال حج کو جا رہے تھے، ''جامع الشواہد'' مکہ معظّمہ پہنچی، والیِ حجاز شریفِ مکہ نے علما، جو حجازی و غیر حجازی تھے، سب کو جمع کر دیا۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور مولانا خیر الدین دہلوی نے اس علمی مذاکرے میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ چنانچہ علما و شیوخ کی موجودگی میں میاں صاحب کی گرفت ہوئی، بحث و مناظرہ ہوا، میاں صاحب گرفتار کر لیے گئے۔

بالآخر میاں صاحب نے اپنی غیر مقلدیت سے برأت کا اظہار اور حنفی مقلد ہونے کا اقرار کیا۔ اُن کی یہ توبہ، رجوع، برأت اور اقرار نامہ حسب الحکم والیِ حجاز ۲۶/ذی الحجہ ۱۳۰۰ھ کو ''مطبع میریہ'' صداقہ مکہ معظّمہ سے شائع ہوا اور حجاجِ کرام کے ذریعے تمام بلادِ اسلامیہ میں پہنچا۔ اصل مطبوعہ توبہ نامہ، مکہ مکرمہ، حافظ محمد عبداللہ، امام و خطیب جامع مسجد بہار شریف کے مکان میں موجود ہے۔

۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں وہابیوں کے ایک پُر جوش وکیل نے نہ جانے کیوں یہ توبہ نامہ اخبار ''الفقیہ'' امرتسر میں چھپوا دیا۔ واضح رہے کہ میاں صاحب نے اپنے اصحاب و اتباع سمیت توبہ کی اور چھاپی ہے اور اہلِ سُنّت کے علاوہ سب فرقوں کو غلط کہا ہے، جو عربی زبان میں ہے۔ ملاحظہ ہو: الفقیہ امرتسر ۵/جولائی ۱۹۱۹ء جلد ۳ نمبر ۱۳، ص ۱۲-۱۱۔ لیکن بعد کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اپنی جاں بخشی کے لیے یہ تقیہ اور حیلہ کیا تھا۔

جامع الشواہد کی متعدد اشاعتیں:

(۱) مولانا مطبع پنجابی فیض ثمر محمد نعمان پوری لکھنوی سری کتاب ۱۲۹۵ھ بر عقائد و تعبیہ دہلی نیز کتاب ۱۳۲۵ھ میں انہوں نے لکھی، ایس۔ سی دہر کمپنی کلکتہ سے شائع ہوئی۔

۲)	مطبع نظامی	کان پور	۱۳۰۰ھ	تعداد دو ہزار
۳)	مطبع گلزارِ محمدی	لاہور	۱۳۰۳ھ	تعداد پانچ ہزار
۴)	فیض بخش پریس	لاہور	۱۳۰۸ھ	تعداد ایک ہزار
۵)	مطبع کریمی	لاہور	۱۳۵۲ھ	تعداد ایک ہزار
۶)	مکتبہ نبویہ	لاہور	۱۹۵۸ء	تعداد ایک ہزار
۷)	مکتبہ اہلِ سُنّت	پیلی بھیت	۱۳۷۲ھ	تعداد ایک ہزار
۸)	مطبع ریاض	آگرہ	(سن و تعداد معلوم نہیں)	

ذیل کی کتابوں میں ’’جامع الشواہد‘‘ بطور ضمیمہ مشمول و مطبوع ہوئی۔

۹) فتح المبین تصنیف مولانا محمد منصور علی مراد آبادی
مطبع دار العلم والعمل، فرنگی محل لکھنؤ، ۱۳۰۱ھ

۱۰) تنبیہ الوہابین، تصنیف مولانا عبد العلی آسی، مدراسی
مطبوعہ مطبع آسی، لکھنؤ، ۱۳۰۸ھ

۱۱) نصر المقلدین، تصنیف مولانا حافظ احمد علی بٹالوی
مطبوعہ مطبع آسی، لکھنؤ ۱۳۲۰ھ

۱۲) اخراج المنافقین، مولانا نبی بخش حلوائی لاہوری
مطبوعہ مطبع کریمی، لاہور، ۱۳۵۲ھ

حالیہ ایڈیشنز:

۱۳) مشمولہ ’’تذکرۂ محدث سورتی‘‘ مؤلفہ ڈاکٹر خواجہ رضی حیدر ص ۱۴۲ تا ۱۷۶

۱۴) رسالہ منفردہ بعنوان ’’ایک اہم فتویٰ‘‘ مطبوعہ سورتی اکیڈمی ناظم آباد کراچی،
(۱۴۰۱ھ/۱۹۸۲ء، ترتیب جدید امام احمد رضا بریلوی کے ایک خطی سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا برکات احمد ٹونکی دیوبندیوں کی

اس میں ایک فتویٰ علماے مکہ مکرمہ کا بھی شامل ہے، جو ''تنبیہ الوہابین'' ص ۹۱ تا ۴۹۸ سے ماخوذ ہے۔ مطبوعہ کتب خانہ امجدیہ، مٹیا محل، دہلی (سن وتعداد مذکور نہیں)

۱۵) یہی رسالہ منفردہ مرتبہ مفتی جلال الدین امجدی ''ادارۂ معارفِ نعمانیہ'' لاہور نے شائع کیا ہے، تعدادِ اشاعت مذکور نہیں، سن طباعت ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء ہے۔

۱۰۳) انفع الشواهد لمن يخرج الوهابين عن المساجد

مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی (۱۳۴۰ھ/۱۹۱۶ء)

سال تحریر ۱۳۲۱ھ ہے، صوفی بزرگ عالم مولانا عبدالرحمٰن محشّٰی مظفر پوری کے استفسار کے جواب میں لکھا گیا، یہ رسالہ پہلی بار انجمن اصلاحِ عقائد، زکریا اسٹریٹ، کلکتہ سے مولانا الحاج محمد لعل خان مدراسی کے اہتمام میں چھپا، بعد میں مولانا محشّٰی نے اس پر حاشیہ لکھا اور کتب خانہ اہلِ سُنّت پیلی بھیت سے طبع ہوا۔ اس رسالے پر امام احمد رضا بریلوی، مولانا شاہ سید دیدار علی الوری کے علاوہ متعدد کبار علما کی تصدیقات ہیں۔

۱۰۴) حفظ الایمان

مولانا محمد حسین تمنّا مرادآبادی (-۱۳۱۷ھ)

۱۰۵) تنبیه الوهابین

مولانا عبدالعلی آسی مدراسی ثم لکھنوی (-۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء)

ایک غیر مقلد عالم مولانا غلام محی الدین کی کتاب ''الظفر المبین'' کے ردّ میں یہ کتاب لکھی گئی۔ محدث سورتی کی جامع الشواہد اس میں بطور ضمیمہ بھی شامل کی گئی۔ محدث سورتی نے اس کتاب پر منظّم تقریظ تحریر فرمائی ہے، جو ۵۸/اشعار پر مشتمل ہے۔ یہ کتاب ۱۳۰۸ھ میں مطبع آسی مدراس لکھنؤ سے طبع ہوئی ہے۔

۱۰۶) الطوارق الاحمدیه

مولانا مفتی محبّ احمد بدایونی (-۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء)

نماز پڑھنے کو نا درست فرماتے تھے (مکتوبات امام احمد رضا، مطبوعہ ممبئی، ص ۶۱-۶۰، محررہ ۱۲۷/رمضان

۱۰۷) سفینة النجاة

مولانا محمد اسلمی مدراسی (-   )

۱۰۸) **رسم الخيرات**

مولانا خلیل الرحمٰن یوسفی رام پوری (-   )

۱۰۹) **سبيل النجاه فى تحصيل الفلاح**

مولانا تراب علی لکھنوی (-   )

۱۱۰) **تحقيق الحنفية**

مولانا ظہور علی صاحب (-   )

۱۱۱) **سيف الابرار المسلول على الفجار**

مولانا قاری عبد الرحمٰن سلہٹی (-   )

یہ کتاب ''مکتبہ ایشتق'' استنبول ترکی سے شائع ہوئی ہے۔

۱۱۲) **اهلاك الوهابين بتوهين قبور المسلمين**

مولانا مفتی عمر الدین ہزاروی (-۱۳۴۹ھ/۱۹۳۱)

یہ کتاب ۱۳۲۲ھ میں تصنیف ہوئی۔ اس پر امام احمد رضا کی مسبوط تقریظ ہے۔ مطبع ''تحفۂ حنفیہ'' پٹنہ کے بعد مطبع اہلِ سُنّت و جماعت سے شائع ہوئی ہے۔

۱۱۳) **الصواعق الربانية فى رد الوهابية**

مولانا شاہ ظاہر قادری سورتی (-   )

بزبان عربی ۱۱۲/صفحہ کی یہ کتاب ۱۹۷۷ء میں مکتبہ غوثیہ سورت سے شائع ہوئی ہے۔

۱۱۴) **اظهارِ حق**

مولانا شاہ ظاہر قادری سورتی

یہ کتاب پشتو زبان میں ہے، مکتبہ غوثیہ سورت سے شائع ہوئی ہے۔

۱۱۵) **كشف الحجاب**

مولانا قاری عبد الرحمٰن انصاری

۴۶ / صفحے کی یہ کتاب سندھ پریس کراچی سے شائع ہوئی ہے۔

۱۱۶) التحریم الشرعیة عن امامة الوهابیة

ابومسعود شاہ محمود محدث ہزاروی (-)

۱۹۶۸ء میں لکھی گئی یہ کتاب ٹی۔ ایس پرنٹرز راول پنڈی سے شائع ہوئی ہے۔

۱۱۷) حفظ الاحناف

مولانا ابومسعود سید شاہ محمود محدث ہزاروی (-)

۱۹۲ / صفحے کی یہ کتاب ۱۹۷۳ء میں ملٹری پریس، راول پنڈی سے شائع ہوئی ہے۔

۱۱۸) اطیب البیان

صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۰۰ھ - ۱۳۶۷ھ)

۱۱۹) التحقیقات لدفع التلبیسات

صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۰۰ھ - ۱۳۶۷ھ)

۱۲۰) السواط العذاب علی قامع القباب

صدرالافاضل مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۰۰ھ - ۱۳۶۷ھ)

صدرالافاضل کی تینوں کتابیں شائع شدہ ہیں۔

۱۲۱) احتراز الابرار عن شرور الاشرار

مولانا مفتی محمد ابراہیم بدایونی (- ۱۳۷۶ھ / ۱۹۵۶ء)

یہ کتاب مطبع تحفۂ حنفیہ پٹنہ سے شائع ہوئی ہے۔

۱۲۲) التشریح الثانی و کشف الاستار

مولانا محمد غازی خان گولڑوی (- ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء)

۱۲۳) ذوالفقار حیدری

مولانا محمد غازی خان گولڑوی (- ۱۳۵۸ھ / ۱۹۳۹ء)

۱۲۴) ذوالفقار حیدری لقطع اعناق اصحاب المحدث الامرتسری

مولانا غازی گولڑوی (-۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء)

یہ تینوں کتاب چھپ چکی ہیں۔

۱۲۵) **سیف المقلدین علی اعناق المنکرین**

مولانا عبدالجلیل پشاوری

یہ کتاب دو ضخیم حصوں میں ہے، دوسرے حصے کی تعداد صفحات ۷۵۰ ہے۔

مکتبہ دبدبہ احمدی سے شائع ہوئی ہے۔

۱۲۶) **انوار آفتاب صداقت**

مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی

اس میں اجلۂ علمائے عصر کی تقریظات و تصدیقات ہیں۔امام احمد رضا بریلوی کی بھی تقریظ ہے۔۱۳۳۸ھ/۱۹۰۲ء میں میرامیر بخش نے کریمی پریس لاہور سے شائع کی تھی۔

۱۲۷) **ازالۃ الریب عن مبحث علم الغیب**

مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی

یہ شائع ہوچکی ہے۔

۱۲۸) **فضل الوحید فی جواب "اثبات التوحید"**

مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی

۲۷۶/صفحے کی یہ کتاب ۱۳۴۴ھ میں لکھی گئی، سراج الدین اینڈ سنز لاہور سے طبع ہوئی۔

۱۲۹) **اطلاع حالات واهیه فرقه گاندهویه وهابیه نجدیه**

مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی

یہ کتاب ۱۳۴۳ھ میں لکھی گئی۔

۱۳۰) **قرن الشیطان اعمی کے شیطانی کام**

مولانا قاضی احمد لدھیانوی

۱۳۴۳ھ میں لکھی گئی یہ کتاب شائع ہو چکی ہے۔

۱۳۱) **میزان الحق**

مولانا قاضی فضل احمد لدھیانوی

۱۸۹۲ء میں ترتیب دی جانے والی یہ کتاب طبع شدہ ہے، جو ایک وہابی تحریر کے جواب میں ہے۔

۱۳۲) **تاریخ وهابیه**

مولانا مفتی محمد غوث ہزاروی

۱۳۳) **تحائف حنفیه بر سوالات وهابیه**

مولانا شاہ محمد اجمل سنبھلی (۱۳۲۲ھ-۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء)

یہ کتاب رضوی کتب خانہ، لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

۱۳۴) **فیصلۂ حق و باطل**

مولانا شاہ محمد اجمل سنبھلی (۱۳۲۲ھ-۱۳۸۳ھ/ ۱۹۶۳ء)

۱۷۲ ر صفحوں کی یہ کتاب ۱۹۶۰ء میں لکھی گئی، خواجہ بک ڈپو مراد آباد سے شائع ہوئی۔ یہ کتاب مولانا محمود الحسن دیوبندی کی کتاب ''شہاب ثاقب'' کا پردہ فاش کرتی ہے۔

۱۳۵) **القول الفاخر فی اثبات البناء علی مزارات المقابر**

مولانا شاہ سید اولادِ رسول محمد میاں مارہروی (۱۳۰۱ھ-۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء)

۱۳۶) **ترجمه الدر السُنّیة فی الرد علی الوهابیة**

مولانا شاہ محمد ابراہیم رضا خان بریلوی (۱۳۲۵ھ-۱۳۸۵ھ/ ۱۹۶۵ء)

تصنیف علامہ الشیخ احمد بن زین دحلان مکی کی ہے، مولانا بریلوی کا ترجمہ ۱۵۸ ر صفحات کا ہے، کان پور سے شائع ہوا ہے۔ اس کا دوسرا ترجمہ مولانا حبیب الرحمٰن بدایونی کے قلم سے ہوا ہے، جو اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور سے شائع ہوا ہے۔

۱۳۷) **البلاغ المبین**
مولانا مفتی محمد صاحبداد خان (۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء-۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء)
یہ کتاب شائع ہوچکی ہے۔

۱۳۸) **السیف المسلول علی اعداء آل الرسول**
مولانا مفتی صاحب داد خان (۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء-۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء)
یہ کتاب طبع شدہ ہے۔

۱۳۹) **وھابی شفاعت کا منکر**
مولانا مفتی صاحب داد خان (۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء-۱۳۸۵ھ/۱۹۶۵ء)
یہ کتاب شائع شدہ ہے۔

۱۴۰) **براھین حنفیه لاصلاح الوھابیة**
ابوالحسنات مولانا شاہ سید محمد احمد لاہوری (-۱۳۸۰ھ)
یہ کتاب کریمی پریس لاہور سے شائع ہوچکی ہے۔

۱۴۱) **رجوم المومنین علی مانع الجماعة للمجتھدین**
ابوالحسنات مولانا شاہ سید محمد احمد لاہوری (-۱۳۸۰ھ)
یہ کتاب اسٹیم پریس لاہور سے طبع شدہ ہے۔

۱۴۲) **السھم الشھابی علی خداع الوھابی**
ابوالبرکات مولانا شاہ سید احمد لاہوری (۱۳۱۶ھ-۱۳۹۸ھ)
سال تصنیف ۱۳۴۵ھ ہے، انجمن حزب الاحناف لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

۱۴۳) **تحذیر الحنفیة عن عقائد الوھابیة**
ابوالبرکات مولانا شاہ سید احمد لاہوری (۱۳۱۶ھ-۱۳۹۸ھ)
یہ کتاب کریمی پریس لاہور سے طبع ہوئی ہے، صفحات ۳۲ ہیں۔

۱۴۴) **کچا چٹھا**

ابوالبرکات مولانا شاہ سید احمد لاہوری (۱۳۱۶ھ-۱۳۹۸ھ)

یہ کتاب اسٹیم پریس لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

۱۴۵) مواهب الرحمن فی رد جواهر القراٰن

مولانا قاضی عبدالسبحان ہزاروی (۱۳۱۶ھ/۱۸۹۸ء-۱۳۷۷ھ)

۱۹۵۶ء میں لکھی گئی یہ کتاب مکتبۂ رضویہ اوکاڑہ سے شائع ہوئی ہے۔

۱۴۶) مقياس الحنفية فی الرد علی الفراب و البدعة

مولانا مفتی محمد عمر اچھروی (۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء-۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

۶۰۴/صفحے کی یہ کتاب ۱۳۷۰ھ میں تصنیف ہوئی۔ مقیاس پریس لاہور سے طبع ہوئی۔

۱۴۷) مقياس وهابيت

مولانا مفتی محمد عمر اچھروی (۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء-۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

۶۶۷/صفحات کی یہ کتاب نامی پریس لاہور سے شائع ہوئی۔

۱۴۸) مقياس مناظره

مولانا مفتی محمد عمر اچھروی (۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء-۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

۲۵۱/صفحوں کی یہ کتاب ۱۹۶۴ء میں لکھی گئی، مکتبہ سلطانیہ لاہور نے شائع کی۔

۱۴۹) مقياس النور

مولانا مفتی محمد عمر اچھروی (۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء-۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

۲۶۴/صفحوں کی یہ کتاب آرٹ پریس لاہور سے شائع ہوئی۔

۱۵۰) مقياس ميلاد

مولانا مفتی محمد عمر اچھروی (۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء-۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

یہ کتاب غیر شائع شدہ ہے۔

۱۵۱) مقياس صلوٰة

مولانا مفتی محمد عمر اچھروی (۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء-۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

۴۰۸؍صفحے کی یہ کتاب نامی پریس لاہور سے شائع ہوئی۔

۱۵۲) مقیاس حیات

مولانا مفتی محمد عمر اچھروی (۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء-۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

یہ کتاب ابھی چھپی نہیں ہے۔

۱۵۳) ابطال شر ذمه

مولانا مفتی حبیب اللہ پشاوری (-)

۱۵۴) موت کا پیغام وهابی مولوی کے نام

مولانا محدث سردار احمد گورکھ پوری (۱۹۰۳ء/۱۳۸۲ھ)

یہ کتاب چھپ چکی ہے۔

۱۵۵) هادی المضلین

مولانا شاہ کریم اللہ دہلوی (-)

۱۵۶) شرح تحفۂ محمدیه رد فرقۂ مرتدیه

مولانا شاہ سید اشرف گلشن آبادی

تصنیف مولانا مفتی عبدالفتاح گلشن آبادی (م: ۱۲۶۵ھ) کی ہے۔

۱۵۷) نصر المقلدین

مولانا شاہ احمد علی بٹالوی (-)

۱۵۸) وهابیت کے فوائد

مولانا مفتی بشیر کوٹلی لوہاراں (-۱۹۵۱ء)

۱۵۹) وهابیوں کا دین

مولانا غلام رسول نوشاہی (-) یہ کتاب نارووال سے شائع ہوئی ہے۔

۱۶۰) هدایة الوهابین

مولانا محمد نور اللہ فریدی (-۱۲۶۷ھ)

۱۶۱) نجم الرحمٰن

مولانا غلام محمود ساکن پپلاں (-   )

۱۶۲) آفتاب سُنّیت

مولانا محمد شریف نوری قصوری (۱۳۵۲ھ/۱۹۳۵ء-۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء)

یہ کتاب فیاض پریس، لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

۱۶۳) ستائیس مناظرے

مولانا قاضی غلام محمود ہزاروی

یہ کتاب لاہور سے شائع ہوچکی ہے۔

۱۶۴) سیف سعیدیه علی رقبة نجدیه

مولانا محمد اعظم سعیدی الہ آبادی (-   )

۱۶۵) عقائد نجدیه کا پوسٹ مارٹم

مولانا محمد اعظم سعیدی الہ آبادی (-   )

۱۶۶) القول السدید

مولانا عبد الماجد بدایونی

یہ کتاب نظامی پریس بدایوں سے شائع ہوئی۔

۱۶۷) المدارج السُنّیة فی الرد علی الوهابیة

مولانا محمد عامر القادری (-   )

۷۰ر صفحوں کی یہ کتاب عربی زبان میں ہے۔ ۱۹۷۶ء میں مکتبہ ایشتق استنبول، ترکی سے طبع ہوئی، اس کا اردو ترجمہ مولانا عبد العلیم قادری نے کیا ہے۔

۱۶۸) جاء الحق حصه اوّل

مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء-۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء)

۲۳۶؍ صفحے کا یہ حصہ ۱۳۷۶ھ میں لکھا گیا، نعیمی کتب خانہ گجرات، پاکستان سے شائع ہوا، پھر متعدد مرتبہ ہندو پاک سے شائع ہوتا رہا ہے۔

۱۶۹) بھروپیوں کا اصلی روپ

مولانا مفتی نور اللہ نعیمی (۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء- ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۶ء)

یہ کتاب مکتبہ حزب الرحمٰن، بصیر پور پاکستان سے شائع ہوئی ہے۔

۱۷۰) آفتاب محمدی

مولانا محمد غوث سکھوچکی (-)

۸۴؍ صفحوں کی یہ کتاب منظوم ہے، ۱۳۲۴ھ میں نظم ہوئی، شوکت بکڈپو، گجرات سے طبع ہو چکی ہے۔

۱۷۱) البشیر برد التحذیر

غزالیِ عصر علامہ سید احمد سعید کاظمی ملتانی (-۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء)

یہ کتاب ۱۹۶۳ء میں تصنیف ہوئی، مکتبہ فریدیہ، ساہیوال پاکستان سے طبع ہوئی۔

۱۷۲) تسکین الخواطر فی مسئلة الی فرد الناظر

علامہ سید احمد سعید کاظمی ملتانی (-۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء)

۱۳۶؍ صفحے کی یہ کتاب الکتاب پرنٹرو پریس، لاہور سے شائع ہوئی۔

۱۷۳) الحق المبین

غزالیِ عصر علامہ سید احمد سعید کاظمی ملتانی (-۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء)

۱۹۵۶ء میں یہ کتاب سید الیکٹرک پریس، ملتان سے شائع ہوئی۔

۱۷۴) الجواهر العلی فی القصائد و الفتاویٰ

مولانا محمد گوہر علی علوی (-۱۹۵۱ء)

۱۷۵) الجواهر العلیة فی جواب اسئلة الدیوبندیة

مولانا محمد گوہر علی علوی (-۱۹۵۱ء)

۱۷۶) اليواقيت و الجواهر

مولانا محمد گوہر علی علوی (-۱۹۵۱ء)

۱۷۷) ترجمه شرح الصدور

مولانا حافظ مقبول احمد کوکب بنارسی (-   )

تعدادِ صفحات چار سو ہے، تصنیف مولانا شاہ مخلص الرحمٰن چاٹگامی معروف بہ جہانگیر شاہ کی ہے، سال تصنیف ۱۲۶۹ھ ہے۔مولانا بنارسی کا ترجمہ انڈیا لیتھو پریس، دہلی سے شائع ہوا ہے۔

۱۷۸) ترجمه الاصول الاربعة

حافظ محمد عبدالستار قادری (۱۹۴۹ء-   )

تصنیف مولانا شاہ محمد حسن مجددی سرہندی کی ہے۔اس کا دوسرا ترجمہ علامۃ العصر مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہاں پوری نے کیا ہے، جو ابھی چھپا نہیں ہے۔

۱۷۹) ترجمه المدارج السُنّية فی الرد علی الوهابية

مولانا عبدالعلیم قادری (-   )

تصنیف مولانا عامر القادری کی ہے، یہ ترجمہ مکتبہ ایشتق استنبول ترکی سے طبع ہوا ہے۔

۱۸۰) تحفة الناظرين

مولانا شاہ غلام مصطفٰی بلڑوی (-   )

۱۳۱۴ھ میں لکھی گئی یہ کتاب مطبع مصطفائی، لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

۱۸۱) ترجمه منتهی المقال

مولانا شاہ حسین گردیزی (-   )

تصنیف مفتی صدر الدین آزردہ، صدر الصدور دہلی کی ہے۔۱۹۸۰ء میں کیا ہوا یہ ترجمہ ابھی چھپا نہیں ہے۔

۱۸۲) خون کے آنسو (دو حصے)

علامہ مشتاق احمد نظامی الہ آبادی (۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء-۱۴۱۰ھ/۱۹۹۲ء)

حصہ اوّل صفحات ۲۱۰، حصہ دوم صفحات ۱۲۲۔ ۱۹۶۱ء میں لکھی گئی یہ کتاب ہندو پاک سے کئی بار شائع ہوچکی ہے۔

۱۸۳) تقدیس الرحمٰن عن شائبة الکذب و النقصان

مولانا محمد بن عبدالقادر لدھیانوی (-)

مولانا لدھیانوی مسئلۂ امکانِ کذبِ باری تعالیٰ میں علماے جمہور کے ہم نوا ہیں، البتہ مسئلۂ امکان النظیر میں جمہور علما کے خلاف لکھا ہیں۔

۱۸۴) دندان شکن جواب

مولانا خدابخش اظہر (-)

۱۸۵) شریف کا آرہ

مولانا حافظ فتح محمد نیازی یہ کتاب ہمدرد پریس ملتان سے شائع ہوئی۔

۱۸۶) نجدی تحریک

بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی

یہ کتاب حق اکیڈمی، مبارک پور سے شائع ہوئی۔

۱۸۷) مفاهیم یجب ان تصحح

شیخ سید محمد علوی مالکی، مکہ مکرمہ (-)

یہ کتاب عربی زبان میں ہے، صفحات ۲۳۸ ہیں۔ ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء میں دارالاحسان قاہرہ مصر سے چھپی ہے۔ اس کتاب پر قریب ۳۲/افاضلِ روزگار اور اعاظم علما کی تقریظات و تصدیقات ہیں، جن کا تعلق سعودی عرب، یمن، بحرین، ابوظہبی، کویت، جامع ازہر مصر، فاس، مراکش، سوڈان اور موریتانیہ افریقہ سے ہے۔ حد یہ ہے کہ لاہور و کراچی کے ۱۲/دیو بندی نے بھی اس کتاب کی تصدیق کی ہے۔ اس کا اردو

ترجمہ مولانا یٰسین اختر مصباحی نے کیا ہے، جو ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء میں دہلی سے شائع ہوا ہے۔

علامۃ الشیخ سید محمد علوی مالکی علمی ودینی، روحانی شخصیت کے مالک ہیں، حال ہی میں اُن کا انتقال ہوا۔ آخری دَم تک وہ دینِ حنفیت اور مسلکِ قدیم کے حامی وداعی رہے۔ چنانچہ اُن کی بزرگی، شخصیت اور بلند پایہ تصانیف نجدی وسعودی علما کی نظروں میں کھٹکتی رہتی تھی۔ ایک نجدی عالم عبداللہ بن سلیمان بن منیع نے اُن کے ردّ میں ایک کتاب "**حورا مع المالکی فی رد منکراته و ضلالته**" لکھی۔ دوسو صفحے کی یہ کتاب سعودی حکومت کے زیر اہتمام چھپ کر دنیا بھر میں تقسیم ہوئی تو علامۃ السید کی حمایت میں درج ذیل کتابیں لکھی اور چھاپی گئیں، جو دراصل مسلک اہلِ سُنّت کی تائید و حمایت میں ہیں۔

۱) اعلام النبیل فی شرح الجزائری من التلبیس و التفضیل

یہ کتاب علامہ شیخ راشد بن ابراہیم المریخی نے لکھی اور بحرین سے چھپی۔

۲) الرد المحکم المنیع علی منکرات و شبهات ابن المنیع

یہ کتاب شیخ یوسف السید ہاشم الرفاعی سابق وزیر اوقاف کویت نے تحریر فرمائی۔ ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۵ء میں کویت ہی سے چھپی۔

۳) التحذیر من الاعذار بما جاء فی الحوار

یہ کتاب **شیخ عبدالحئی المعرومی خلیفه رئیس فرد رابطة العلما بفاس** (مراکش) اور **شیخ عبدالکریم یرداد عضو رابطة العلماء بالمغرب** نے لکھی اور فاس، مراکش ہی سے اس کی پہلی اشاعت ہوئی۔

یہ تینوں کتابیں نجدی اور نجدی وسعودی عقائد کی تردید میں ہیں۔ اس سے حجاز میں نجدی وہابی علما کی دھاندلی سمجھ میں آتی ہے۔

۱۸۸) مرأة النجدیة

مولانا مفتی اختر رضا خان ازہری بریلوی (-   )

یہ کتاب عربی زبان میں ہے، غالباً بریلی اور ممبئی سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۸۹) من عقائد اهل السنّة

علامہ عبدالحکیم شرف قادری لاہوری (۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء-   )

یہ ضخیم کتاب عربی زبان میں ہے، لاہور اور ممبئی سے شائع ہو چکی ہے۔

۱۹۰) مسائل اہلِ سُنّت بجواب مسائل نجدیت

علامہ عبدالحکیم شرف قادری لاہوری (۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء-   )

۶۴ رصفحے کی یہ کتاب جمعیۃ علماے سرحد، ہری پور سے شائع ہوئی ہے۔ اس میں مفتی عزیز احمد بدایونی کے حالاتِ زندگی بھی شامل ہیں۔

۱۹۱) اندھیرے سے اُجالے تک

علامہ عبدالحکیم شرف قادری لاہوری (۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء-   )

یہ کتاب لاہور اور ممبئی سے شائع ہوئی ہے۔

۱۹۲) شیشے کے گھر

علامہ عبدالحکیم شرف قادری لاہوری (۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء-   )

۱۵۲ رصفحے کی یہ کتاب رضا اکیڈمی لاہور سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ کتاب وہابیوں کی انگریز نوازی کو روشنی میں لے آتی ہے، دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں نکلا ہے۔

۱۹۳) الحیاة الخالدة

علامہ عبدالحکیم شرف قادری لاہوری (۱۳۶۳ھ / ۱۹۴۴ء-   )

یہ رسالہ عربی میں ہے، لاہور سے شائع ہوا ہے۔ اس کا ترجمہ خود شرف صاحب نے کیا ہے، جو لاہور سے ہی طبع ہوا ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ادارہ افکارِ حق بائسی پورنیہ، بہار نے شائع کیا ہے۔

۱۹۴) هدية السالكين فى جواب غنية الطالبين

مولانا مفتی فیض احمد اویسی بہاولپوری

۷۶ر صفحے کی یہ کتاب ۱۹۷۶ء میں لکھی گئی ہے، مکتبہ اویسیہ بہاول پور سے چھپی ہے۔

۱۹۵) اُمّت وهابیه کی بد حواسی

مولانا صوفی اللہ دتہ

یہ کتاب ۱۹۷۹ء میں لکھی گئی ہے، ادارہ اشاعت الاسلام سے شائع ہوئی ہے۔

۱۹۶) انگریز اور اُن کے وفادار

مولانا اسد نظامی، جہانیاں منڈی

۴۰۰ر صفحے کی یہ کتاب ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

۱۹۷) تسکین القلوب

مولانا محمد عبد اللطیف خان

یہ کتاب چھپ چکی ہے۔

۱۹۸) جامع الشواهد

مولانا محمد اقبال رضوی

۱۰۴ر صفحے کی یہ کتاب ۱۹۶۶ء میں لکھی گئی ہے، جامعہ امینیہ منڈ وار برٹن سے طبع ہوئی ہے۔

۱۹۹) برهانِ صداقت بر نجدی بطالت

مولانا مفتی محمد حسین میلسی

۲۷ر صفحے کی یہ کتاب مکتبہ فریدیہ، ساہی وال، پاکستان سے شائع ہوئی ہے۔

۲۰۰) اصلاحِ فکر و اعتقاد

مولانا یٰسین اختر مصباحی، دہلی

تصنیف علامہ سید محمد مالکی مکی کی ہے۔ اس کا ذکر اوپر آ چکا ہے، یہ ترجمہ ۱۹۶۵ء

میں دارالقلم دہلی کے زیرِ اہتمام چھپی ہے۔

مولانا محمد حسین شوق کی ردِّ وہابیت میں درج ذیل کتب ہیں:

۲۰۱) **جامع حیات**

۲۰۲) **الجود و العطا**

۲۰۳) **افضل الصلوٰۃ علی باعث الحیات** یہ کتاب چھپی ہے

۲۰۴) **کلمۃ التقویٰ** یہ کتاب چھپی ہوئی ہے

۲۰۵) **منذورات اولیائے کرام** یہ کتاب چھپی نہیں ہے

۲۰۶) **نجوم ھدایت** یہ کتاب چھپ چکی ہے

مولانا قاضی ضیاء اللہ قادری کی ردِّ وہابیت میں یہ کتابیں ہیں:

۲۰۷) **قوم وھابیت پر بم**

۱۹۷۶ء میں مولفہ یہ کتاب قادری کتب خانہ سیال کوٹ سے شائع ہوئی۔

۲۰۸) **وھابیت و مرزائیت (تقابلی جائزہ)**

امجدہ پریس لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

۲۰۹) **وھابی مذھب حصّہ اوّل**

۳۶۷/صفحات کی یہ کتاب ۱۹۶۸ء میں مکمل ہوئی، معارف پریس لاہور سے شائع ہوئی۔

۲۱۰) **وھابی مذھب کی حقیقت**

۲۶۸/صفحے کی یہ کتاب ۱۹۶۸ء میں تالیف ہوئی، سیال کوٹ سے چھپی۔

۲۱۱) **وھابی مولویوں کی کھانی، ان کی اپنی زبانی**

یہ ابھی غیر مطبوعہ ہے۔

حضرت مولانا قاضی ارشاد الٰہی فیضی نے وہابیوں کی تردید میں تقریباً ۳۰/

کتابیں تحریر کی ہیں، ہم یہاں صرف پانچ کا ذکر کرتے ہیں:

۲۱۲) **الفتح الکبیر فی مسئلة امتناع النظیر** غیر مطبوعہ

۲۱۳) **فیض الغافر بان النبی ﷺ بکل شیء ناظر** غیر مطبوعہ

۲۱۴) **الدلیل المبین لتردید اغلوطات المبتدعین** غیر مطبوعہ

۲۱۵) **التعقبات علی بعض الکتب الموضوعات** غیر مطبوعہ

۲۱۶) **جواب جواب التعاقب** غیر مطبوعہ

اوراب مرزا اسداللہ خان غالبؔ ——————— (۱۷۹۶ء-۱۸۶۹ء)

۲۱۷) **مثنوی امتناع النظیر** (۱)

۱۲۸/اشعار پر مشتمل ہے۔

امام احمد رضا بریلوی ——————— (۱۲۷۲/۱۸۵۶ء-۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء)

ردِّ وہابیت میں آپ نے پچاس سے زائد کتابیں تحریر کی ہیں، جو ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ یہ کتابیں ہند و پاک سے بار بار چھپتی چلی آ رہی ہیں۔ ذکر و شمار باعثِ طوالت ہے۔ آپ نے مسلکِ قدیم اور موقف جمہور کا ساتھ دیا ہے اور آپ کے زمانے میں جو علماے کبار و صغار اہلِ علم چاہے وہ ہندوستان کے ہوں یا عرب وغرب کے، آپ کے ہم خیال تھے۔

OOOOO